إن الفضل بيد الله يؤتيه من يشاء ۔ عسى أن يبعثك ربك مقاما محمودا

تار کا پتہ الفضل قادیان

الفضل قادیان

ہفتہ میں دو بار

ایڈیٹر ۔ غلام نبی

فی پرچہ ۱ر

The ALFAZL QADIAN

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند ۔ ۶ روپے

قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند ۱۰؍

نمبر ۷۳ | مورخہ ۲۱ر مارچ سنہ ۱۹۳۰ء | یوم جمعہ | مطابق ۱۹ر شوال سنہ ۱۳۴۸ھ | جلد ۱۷

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت بفضل خدا اچھی ہے ؀

ملک غلام حسین صاحب اور میاں وزیر محمد صاحب رہتاسی معہ دو عورتوں کے حج کے لئے روانہ ہوگئے ؀

۱۴ر مارچ ایک سکھ نے اپنے گوردوارہ میں جلسہ کر کے اسلام پر اعتراض کئے ۔ جن کے جواب دینے کے لئے لوکل انجمن نے ۱۵ر مارچ ایک جلسہ عام منعقد کیا ۔ جس میں گیانی واحد حسین صاحب اور مولوی اللہ دتا صاحب نے لیکچر دئے ۔ اور باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلمان ہونا ثابت کیا ؀

مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری آریوں سے مناظرہ کرنے کے لئے حیدر آباد دکن بھیجے گئے ؀

چند دن میں چوری کی کئی وارداتیں ہوئی ہیں ۔ مگر پولیس کسی کا پتہ نہیں لگا سکی ؀

حضور مہاراجہ صاحب کپورتھلہ کی مذہبی رواداری

کپورتھلہ میں عظیم الشان مسجد کی تعمیر

افتتاح مسجد کے موقعہ پر حضرت امام جماعت احمدیہ کے نمائندگی کی تقریر

۱۴ر مارچ سنہ ۱۹۳۰ء جمعہ کا دن نہ صرف ریاست کپورتھلہ کی تاریخ میں بلکہ ہندوستان کی تاریخ میں ایک قابل یادگار دن رہے گا ۔ جبکہ صاحب عظمت مہاراجہ بہادر نے شہر کپورتھلہ میں ایک عظیم الشان مسجد کا افتتاح فرمایا ۔ اس تقریب کی کشش پنجاب اور ہندوستان کے دور و نزدیک کے شہروں سے ہزاروں نفوس کو کھینچ لائی تھی ۔ مختلف والیان ریاست اور ہندوستان کے مذہبی اور سیاسی عمائد و اراکین مدعو تھے ۔ حضرت امام جماعت احمدیہ کو بھی مدعو کیا گیا تھا ۔ اور حضور کی طرف سے مولوی عبد الرحیم صاحب درد ایم ۔ اے سابق امام مسجد لنڈن نے نمائندگی کی ۔ اور مندرجہ ذیل تقریر بوقت افتتاح مسجد مہاراجہ صاحب اور نواب صاحب بہاولپور

کی موجودگی یہ خراب مسجد کے پاس کھڑے ہو کر کی۔

میں حضرت امام جماعت احمدیہ قادیان کے نمائندہ کی حیثیت سے مہاراجہ صاحب بہادر کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ انہوں نے اپنی مسلمان رعایا کے لئے یہ عظیم الشان مسجد اپنے دارالحکومت میں تعمیر کرائی ہے۔ غالباً یہ ایشیا بھر میں اپنی قسم کی پہلی ہی مثال ہے۔ مہاراجہ صاحب نے جس فیاضی دریادلی اور وسعت قلبی کا ثبوت اس خدا کے گھر بنانے سے دیا ہے۔ وہ آج کل کے تعلیم یافتہ لوگوں اور مہذب حکومتوں کے لئے ایک قابل تقلید نمونہ ہے۔ ایسے وقت میں جبکہ ہمارے بعض وطنی بھائی ہمارا اپنی مساجد میں بھی اذان دینا پسند نہیں کرتے۔ مہاراجہ صاحب کا عین اپنے گھر میں اذانیں دلوانا اور نمازیں پڑھوانا کوئی معمولی بات نہیں۔ بلکہ اس بات کا زندہ ثبوت ہے۔ کہ مہاراجہ صاحب اپنے ملک کے نہایت ہی خیر خواہ اور سچے لیڈروں میں سے ہیں۔ اور حضرت باوا نانک علیہ الرحمۃ کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔ اگر ہندوستان میں ایک مذہب والے دوسرے مذاہب کے متبعین کے ساتھ ایسی ہی فراخدلی اور فراخ حوصلگی سے پیش آئیں۔ تو وہ دن دور نہیں کہ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ سارے جہان میں حقیقی امن کی راہ نکل آئے۔

اسلام کی پاک تعلیم کے مطابق کوئی شخص ایک نیکی کرے۔ تو خدا اس کو دس نیکیوں کا اجر دیتا ہے۔ مگر مہاراجہ صاحب نے تو صدقہ جاریہ کے طور پر ہمیشہ کے لئے یہ نہایت ہی خوبصورت اور عالی شان عمارت تعمیر کرا دی ہے۔ پس میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مہاراجہ صاحب کو اس عمل پر ان کی نیت کے مطابق بہتر سے بہتر اجر دے۔

محض لوگوں کے تعریفی کلمات کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہونچا سکتے۔ اور نہ کسی کے لئے حقیقی خوشی کا باعث بن سکتے ہیں۔ حقیقی تعریف اور حقیقی خوشی وہی ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔

بالآخر میں مہاراجہ صاحب اور آپ کی گورنمنٹ کو اس مسجد کی تکمیل پر مبارکباد عرض کرتا ہوں۔ اور اہالیان کپورتھلہ سے امید کرتا ہوں۔ کہ وہ اس سے حقیقی رنگ میں فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔

یہ امر قابل ذکر ہے۔ کہ یہ شاندار مسجد مراقش کی ایک مسجد کے نمونہ پر پیرس کے ایک مشہور انجنیئر کے مجوزہ نقشہ کے مطابق ساڑھے تین سال کے اندر تعمیر ہوئی ہے۔ اور اس پر قریباً چار لاکھ روپیہ خرچ آیا ہے۔ مہاراجہ صاحب کے لئے جو وجہ محرک اس مسجد کی تعمیر کے لئے ہوئی۔ وہ مذہبی رواداری کو پایہ تکمیل پہنچانا تھا۔ کیونکہ ریاست کی طرف سے ایک عالیشان مندر اور ایک گوردوارہ پہلے سے موجود ہے۔ جن کو سالانہ امداد بھی ملتی ہے۔ اس مسجد کی نگہداشت کے لئے بھی تین ہزار روپیہ سالانہ مہاراجہ صاحب نے منظور فرمایا۔

خاکسار محمد احمد ایڈووکیٹ سکرٹری انجمن احمدیہ کپورتھلہ

تلاش

میرا بھائی عبد الغفور عمر تخمیناً ۲۵ سال جلسہ سالانہ ۱۹۲۸ء سے مفقود الخبر ہے اگر کسی دوست کو کچھ علم ہو۔ تو ذیل کے پتہ پر اطلاع فرمائیں۔ خود پور - ڈاکخانہ خاص براستہ شیر قبول

درخواست ہائے دعا

شمس الدین صاحب موٹر ڈرائیور قادیان کی ملازمت کے لئے۔ رحمت علی صاحب فاضل پور اور حسین بخش صاحب پٹواری نونی کوٹ لاہور کی مشکلات دور ہونے کے لئے۔ رحمت علی صاحب دنگون کی اہلیہ صاحبہ بابو گلاب خان صاحب میرن پوری۔ فقیر محمد صاحب دیوبند۔ غلام احمد خان صاحب ٹوگیرہ کا لڑکا۔ عطا محمد صاحب جیل پور کی اہلیہ صاحبہ غلام محمد صاحب سرگودھا کشنگ کے بھائی غلام احمد صاحب بیمار ہیں۔ ان کی صحت کے لئے دعا کی جائے۔

اعلان نکاح

(۱) حیدر بی بی دختر چوہدری اللہ دتہ سکنہ منصور تحصیل بٹالہ کا نکاح محمود احمد ولد چوہدری فضل داد خان سکنہ کھیوا چک نمبر ۱۳۶ ضلع لائلپور کے ساتھ بعوض مہر چھ صد روپیہ سید فضل محمد شاہ احمدی سکرٹری جماعت کھیوا نے ۱۷ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء کو پڑھا۔ فیض احمد۔

(۲) ۲۸ فروری سنہ ۳۰ء کو مولوی بشیر احمد صاحب مولوی فاضل عربک ٹیچر گورنمنٹ مڈل سکول لدھیانہ کا نکاح مسماۃ خاتون بیگم بنت چوہدری محمد شریف صاحب لاہور کی ہمشیرہ سے مبلغ ..... ہزار روپیہ مہر مسجد احمدیہ میں پڑھا گیا۔

اخبار احمدیہ

تقرر امیر

ڈسٹرکٹ بوگرا بنگال کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے منشی عرفان اللہ صاحب کو یکم دسمبر سنہ ۱۹۲۹ء سے ۳۰ اپریل سنہ ۱۹۳۲ء تک کے لئے مقامی امیر مقرر فرمایا ہے۔ (ناظر اعلیٰ)

تعلیم و تربیت کی رپورٹ ہائے ششماہی

ششماہی رپورٹ کے فارم عرصہ ہوا کہ جماعتوں کو بھیجے جا چکے ہیں۔ لیکن اس وقت تک سوائے چند کے رپورٹ مکمل ہو کر نہیں آئی۔ لہذا اس اعلان کے ذریعہ تمام امراء و پریذیڈنٹ و سیکرٹری صاحبان تعلیم و تربیت جماعت ہائے احمدیہ کو مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ وہ بہت جلد فارم رپورٹ مکمل کر کے واپس فرمائیں۔ اگر یہ فارم کسی جماعت کو نہ پہونچا ہو۔ تو وہ بواپسی دفتر سے منگالے اور جلد رپورٹ دفتر میں بھیج دے۔

ناظر تعلیم و تربیت قادیان

اعلان نظارت امور عامہ

دفتر امور عامہ میں اکثر دوستوں کے ایسے خطوط آتے ہیں۔ جن کا ایڈریس صاف اور پورا نہیں ہوتا۔ اس لئے جواب دینے میں بہت دقت ہوتی ہے۔ کلرک عموماً بے سمجھ رہتے ہیں۔ اس لئے احباب آئندہ احتیاط سے اپنا نام معہ پورا پتہ کے صاف لکھا کریں۔ تاکہ خط و کتابت میں آسانی ہو۔ ناظر امور عامہ قادیان۔

ایک کتاب کی تلاش

مجھے میرے مرحوم مکرم بھائی مرزا انذر علی خان صاحب نے ایک کتاب جس کا نام کتاب الانساب یا مرآۃ الانساب تھا دی تھی۔ جو غالباً ریاست جے پور یا کسی اور ریاست کے کسی معزز مسلمان نے تالیف کی ہے۔ اس میں مغل۔ افغان اور قریشی خاندانوں کے شجرہ ہائے انساب تھے۔ میرا کوئی مہربان میری غیر حاضری میں مفید مطلب جان کر بلا اجازت لے گیا۔ مجھے چونکہ اس کی اشد ضرورت ہے۔ اس لئے میں ناظرین اخبار سے برادرانہ توقع کرسکتا ہوں۔ کہ مجھے اس کے صحیح نام اور پتہ سے یا مؤلف کے نام اور پتہ سے اطلاع دی جائے یا میرے نام وی۔ پی کرا کر ممنون فرمایا جائے۔ اس کے عوض میں اول دعا دونگا۔ پھر ان کا جو کام مجھ سے متعلق ہوگا حتے الوسع کر دونگا۔

خاکسار قاضی محمد یوسف مسجد احمدیہ پشاور شہر۔

جماعت احمدیہ محبوب نگر کے کارکن

جماعت احمدیہ محبوب نگر کے لئے حسب ذیل کارکن سال نو کے لئے منتخب ہوئے ہیں۔

(۱) محمد عبد الرحیم جنرل سیکرٹری (۲) مولوی احمد خاں صاحب سکرٹری امور عامہ۔ (۳) مولوی محمد صدیق صاحب سکرٹری تعلیم و تربیت۔ (۴) مولوی محمد بیگ صاحب محاسب۔ خاکسار محمد عبد الرحیم

فہرست عہدیداران جماعت لودھراں

(۱) منشی محمد نواب خان صاحب عرضی نویس پریذیڈنٹ (۲) منشی محمود خان صاحب جمعدار سکرٹری مال و جنرل سکرٹری (۳) شیخ محمد سلطان صاحب سوداگر چرم سکرٹری تعلیم و تربیت (۴) مولوی محمد سلیم صاحب ملازم نہر سکرٹری تبلیغ (۵) میاں محمد بخش صاحب گڑکا سکرٹری تبلیغ (۶) شیخ مشتاق احمد صاحب مؤذن (۷) مولوی عبد الرزاق صاحب مبلغ (۸) منشی قادر بخش صاحب چپڑاسی محصل (۹) میاں محمد بخش صاحب تحصیلدار۔

چک ۵۵۹ گ ب میں احمدیہ مسجد کی تعمیر

احباب سلسلہ چک ۵۵۹ گ ب نے نہایت جانفشانی سے اپنے چک میں احمدیہ مسجد مکمل کر لی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ اور بزرگان سلسلہ سے استدعا ہے۔ کہ وہ بدرگاہ عز و جل دعا فرمائیں۔ کہ وہ احباب کی سعی کو قبول فرمائے۔ اور اس کی آبادی کے بیش از بیش وسائل مہیا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ خاکسار اللہ بخش احمدی ہیڈ ماسٹر ظفر وال۔

تجارتی استفسار

احباب مطلع فرمائیں۔ کہ املی (تمر ہندی) کی پنجاب میں کس قدر مانگ ہے۔ اور وہ کہاں سے پنجاب میں بھیجی جاتی ہے۔ اس کا نرخ پنجاب کے کن مقاموں میں کیا ہے۔ جواب حسب ذیل پتہ پر ارسال کیا جائے۔ مختار نذیر الحق صاحب محلہ سرائے بھاگل پور شہر نمبر ۶۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۷۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۱ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء | جلد ۱۷

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی

موجودہ شاہ کابل کے متعلق

کابل کے موجودہ حکمران اعلیحضرت نادر شاہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی جس وضاحت اور خارق عادت طریق پر پوری ہوئی ہے۔ وہ ہر اس شخص کے قلب پر خدا تعالےٰ کی قدرت اور جلال کا نہایت گہرا نقش بٹھاتی۔ اور اس کے قادر و توانا ہونے پر یقین واثق پیدا کرتی ہے۔ جو ایمان کی روشنی سے کچھ بھی حصہ رکھتا ہے۔ لیکن وہ شخص جو بصارت کے ساتھ بصیرت سے بھی محروم ہو چکا ہو۔ جس نے اپنی زندگی کا اولین مقصد خدا تعالےٰ کے نشانات سے استہزا کرنا قرار دے لیا ہو۔ جو نہ صرف خود ضلالت اور گمراہی میں پڑا ہو۔ بلکہ دوسروں کو بھی اسی میں گرانا چاہتا ہو۔ وہ اگر اس پیشگوئی کی صداقت سے انکار کرتے ہوئے مضحکہ خیز اعتراض پیش کرے۔ تو اس سے نہ صرف اس عظیم الشان نشان پر پردہ نہیں پڑ سکتا۔ بلکہ اس کی شان اور زیادہ نمایاں ہو رہی ہے۔ اور دیدہ وروں کو بتا رہی ہے۔ کہ کسی بڑے سے بڑے مخالف اور بڑے سے بڑے معاند کے پاس بھی اس نشان کو جھٹلانے اور اس کی صداقت کو مشتبہ کرنے کے لئے کوئی معقول بات نہیں ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے حسب معمول حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی کے خلاف بھی خامہ فرسائی کی۔ اور اس پر پردہ ڈالنے کے لئے سارا زور صرف کر دیا ہے۔ لیکن ہر ایک حق پسند اور انصاف طلب یہ کہنے پر مجبور ہوگا۔ کہ مولوی صاحب نے جو کچھ لکھا محض ضد اور تعصب کا شکار ہو کر لکھا۔ دیدہ و دانستہ حق پر پردہ ڈالنے کے لئے لکھا۔ دھوکہ اور مغالطہ دینے کے لئے لکھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ اس سے خدا تعالیٰ کا یہ نشان اور زیادہ روشن اور واضح ہو گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پیشگوئی کے جو آج سے قریباً پچیس سال قبل ۳۔ مئی ۱۹۰۵ء بیان فرمائی تھی اصل الفاظ یہ ہیں:۔

"آہ نادر شاہ کہاں گیا"

اس کی تشریح ۳۔ جنوری کے "الفضل" میں بایں الفاظ کی گئی تھی۔ کہ

"ایسے موقعہ پر یہ فقرہ بولا جا سکتا ہے۔ جب کسی مصیبت کے وقت کسی شخص کی موجودگی اور امداد کی اشد ضرورت محسوس کی جا رہی ہو۔ اور اس مشکل سے نجات کا واحد ذریعہ یہی دکھائی دیتا ہو۔ کہ فلاں شخص آئے۔ اور مدد کرے"

چونکہ یہ بالکل صحیح اور درست تشریح ہے۔ اور کوئی بھی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ اس لئے مولوی ثناء اللہ صاحب کو بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں پیدا ہوا۔ البتہ انہوں نے اسے مانتے ہوئے ایک سوال پیش کیا۔ جو انہی کے الفاظ میں یہ ہے:۔

"اس دعوے پر ایک سوال پیدا ہوتا تھا۔ کہ نادر خاں نادر شاہ تو نہیں۔ پھر اگر وہ مراد تھے۔ تو ان کو نادر شاہ کیوں کہا۔ نادر خاں کہنا چاہیئے تھا" (اہلحدیث ۲۸۔ فروری ۱۹۳۰ء)

اس کا جواب ہماری طرف سے پہلے ہی دے دیا گیا۔ اور وضاحت کے ساتھ بتا دیا گیا تھا۔ کہ

"خدا تعالےٰ لوگوں سے زیادہ جاننے والا تھا۔ وہ شخص جسے لوگ نادر خاں کہتے تھے۔ خدا کے نزدیک نادر شاہ تھا۔ اور خدا تعالےٰ نے نادر خاں کی جگہ نادر شاہ کے الفاظ رکھکر نہ صرف اس تباہی کی طرف اشارہ کر دیا۔ جو حکومت کابل پر ابھی نازل ہونے والی تھی اور جب تمام ملک کی آنکھیں نادر خاں پر لگی ہوئی تھیں۔ اور اسے افغانستان کا نجات دہندہ سمجھا جا رہا تھا۔ اور جب تمام دردمندان قوم پکار رہے تھے۔ کہ آہ نادر خاں کہاں گیا۔ اور اس طرح گویا زبان حال سے اسے دعوت دے رہے تھے۔ کہ آکر ملک کو تباہی سے بچائے۔ بلکہ اس میں یہ بھی راز پوشیدہ تھا۔ کہ نادر خاں اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا۔ اور تخت کابل پر نادر شاہ ہو کر بیٹھے گا"

اس جواب پر بھی مولوی صاحب کو کوئی اعتراض نہیں۔ بلکہ انہوں نے جو سوال اٹھایا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ہمارے متعلق یہ لکھکر کہ "اس کا جواب دیا ہے۔ کہ شاہ کے لفظ میں پیشگوئی ہے کہ نادر خاں آخر میں نادر شاہ بن جائے گا" اپنی یہ رائے ظاہر کی ہے۔ کہ "بات تو بہت معقول ہے" گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی میں نادر خاں کی بجائے نادر شاہ کہنے میں جو حکمت ہم نے بیان کی۔ اس پر نہ صرف مولوی صاحب کو کوئی اعتراض نہیں۔ بلکہ وہ ان کے نزدیک "بہت معقول ہے"

پس اوپر جو سطور مولوی ثناء اللہ صاحب کی نقل کی گئی ہیں۔ ان سے ثابت ہے۔ کہ "آہ نادر شاہ" کی پیشگوئی کا جو مفہوم ہماری طرف سے پیش کیا گیا۔ وہ بالکل درست اور صحیح ہے افغانستان پر فی الواقعہ ایسی مصیبت نازل ہوئی۔ کہ وہاں کے لوگ نادر خاں کی امداد کی اشد ضرورت محسوس کر رہے تھے اور زبان حال سے پکار رہے تھے۔ کہ آہ نادر خاں کہاں گیا۔ اس وقت وہ آئے۔ اور ہماری مدد کرے۔ چنانچہ مولوی صاحب نے اپنے مضمون میں مندرجہ بالا تشریح کا مفہوم اپنے ان الفاظ میں درج کرتے ہوئے اس پر کسی قسم کے اعتراض کی گنجائش نہیں پائی۔ کہ

"ابتلاء افغانستان کے وقت لوگ پکارتے تھے کہ نادر خاں آئے اور ہماری مدد کرے"

اس کے بعد دوسرا مرحلہ یہ تھا۔ کہ بلاشبہ افغانستان کو نادر خاں کی ضرورت پیش آئی۔ اور نہایت اشد ضرورت پیش آئی۔ بلاشبہ اس وقت افغانستان کے ہر محب وطن کے منہ سے آہ نادر خاں کہاں گیا۔ نکلا۔ اور جب یہ دردناک صدا نادر خاں کے کانوں تک پہونچی تو وہ باوجود بیمار ہونے اور کوئی ظاہری ساز و سامان نہ رکھنے کے اسے سنکر بے تاب ہو گیا۔ اور اس نے گوارا نہ کیا۔ کہ اس کا پیارا وطن اسے امداد کے لئے بلائے۔ اور وہ نہ جائے۔ اس نے غیر ملک میں زندہ رہنے پر اپنے ملک میں مرنے کو ترجیح دی۔ اور چل پڑا۔ آخر کامیاب ہو گیا۔ اور آج افغانستان کے تخت پر متمکن ہے۔ یہ سب کچھ درست۔ مگر افغانستان کی اس اڑے وقت جس نے امداد کی۔ اس کا نام تو نادر خاں ہے مگر پیشگوئی میں نادر شاہ کہا گیا ہے۔ اس لئے یہ پیشگوئی موجودہ حکمران کے متعلق کس طرح ہو سکتی ہے۔

یہ ایک بجا سوال ہے۔ جو لازمًا پیدا ہوتا ہے۔ مگر اس کا جواب بھی اس پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے ہی دے دیا گیا تھا۔ جسے مولوی ثناء اللہ نے اپنے مضمون میں خلاصتًا اس طرح درج کیا۔ "شاہ کے لفظ میں پیشگوئی ہے۔ کہ نادر خان آخر میں نادر شاہ بن جائے گا" اور انہوں نے اسے نہ صرف "معقول" بلکہ بہت "معقول" تسلیم کر لیا۔

مولوی ثناء اللہ کے سے معاند احمدیت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کی اس حد تک تصدیق کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔ بلکہ یہ اس پیشگوئی کی صداقت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ مگر یہ تصدیق طوعًا نہیں۔ بلکہ کرہًا ہے۔ چونکہ پیشگوئی اپنے جامع الفاظ اور پیش آمدہ واقعات کے لحاظ سے اس قدر واضح اور مبرہن ہے۔ کہ اس کا انکار ممکن ہی نہیں۔ اس لئے مجبورًا مولوی صاحب کو بھی اس کا اعتراف کرنا پڑا۔ اور اس طرح حق پسند اور صداقت جو اصحاب کے لئے انہوں نے فائدہ اٹھانے کا بہت بڑا موقع پیدا کر دیا۔

اس حد تک پیشگوئی کی صداقت کا اعتراف کرنے کے بعد اگرچہ مولوی صاحب "مگر" لگانے سے باز نہیں رہ سکے لیکن ہم دوسری اشاعت میں دکھائیں گے۔ کہ مولوی صاحب کا "مگر" بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔ بلکہ اس سے بھی پیشگوئی کی صداقت ہی ظاہر ہوتی ہے۔

سول نافرمانی کی مہم اور مسلمان

گاندھی جی نے وائسرائے ہند کے نام خط ارسال کرنے اور اس کا جواب موصول ہو جانے کے بعد ۱۲ مارچ ۱۹۳۰ء سے سول نافرمانی کی مہم شروع کر دی ہے۔ پہلی دفعہ جب گاندھی جی کی طرف سے عدم تعاون کی تحریک شروع ہوئی۔ تو اس کا سب سے زیادہ نقصان مسلمانوں کو پہنچا تھا۔ اور اگر غیب سے ہی اس کی ناکامی کے اسباب نہ پیدا ہو جاتے تو یقینًا یہ مسلمانوں کی کلی تباہی پر منتج ہو کر رہتی۔ اسی حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے دوبارہ اس تحریک کے احیاء پر دردمندان ملت بجا طور پر مسلمانوں کے نقصان سے متوشش تھے۔ لیکن یہ امر ایک حد تک قابل اطمینان ہے۔ کہ اب کے مسلمانوں نے قدرے سوچ سمجھ سے کام لیا ہے۔ اور تو اور بقول ملاپ ۱۴ مارچ گاندھی جی کے اپنے شہر احمد آباد میں بھی مسلمانوں نے ان کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ اور ان کے اعلان پر جو ہڑتال کی گئی۔ اس سے کلیتہً علیحدہ رہے مسلمانوں کے اکثر معقول پسند جرائد اس سے بالکل الگ تھلگ ہیں۔

اور مسلم زعماء بھی اس طرف کچھ متوجہ دکھائی نہیں دیتے۔ مولانا شوکت علی جو پچھلی دفعہ عدم تعاون کے روح رواں تھے۔ اب برملا اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ ڈاکٹر انصاری بھی جو "فنا فی الکانگریس" کا مرتبہ حاصل کر چکے تھے۔ ہوش میں آتے دکھائی دیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک خط کے ذریعہ اس پالیسی سے عدم اتفاق کا اظہار کر دیا ہے۔

خدا کرے مسلمان من حیث القوم اس تحریک کی ہلاکت خیزیوں سے محفوظ رہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ چند ایک ہندوؤں کے وظیفہ خوار مسلمان کہلانے والے گاندھی جی کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔ لیکن مسلمان اب ان کی حقیقت سے اچھی طرح آگاہ ہو چکے ہیں۔ اور ہندوؤں کو بھی معلوم ہو چکا ہے۔ کہ مسلمانوں میں ایسے لوگوں کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ چنانچہ ملاپ ۱۴ مارچ لکھتا ہے۔

"مولانا ظفر علی خان۔ سید عطاء اللہ شاہ۔ مولانا حبیب الرحمٰن۔ مولانا عبد القادر قصوری جیسے چند مسلمان قوم پرستی کا دم بھر رہے ہیں۔ مگر عام مسلمانوں پر ان کا کوئی اثر نہیں ہے"۔

گاندھی جی کی تحریک سے مسلمانوں کی علیحدگی کا اثر

ہندو ایک دفعہ نہیں بلکہ بارہا یہ کہہ چکے ہیں۔ کہ ہندوستان کو آزاد کرانے کیلئے انہیں مسلمانوں کی امداد کی قطعًا ضرورت نہیں۔ جب وہ انگریزوں کی سی طاقتور قوم کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ تو انہیں مسلمانوں کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔ اسی لئے وہ مسلمانوں کے جائز سے جائز مطالبات کو سرمایہ استحقار سے ٹھکراتے رہتے اور انکے حقوق پامال کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ اور اسی وجہ سے گاندھی جی نے مسلمانوں سے باوجود انکے توجہ دلانے کے کسی قسم کا سمجھوتہ کئے بغیر سول نافرمانی کی مہم شروع کر دی۔ لیکن ابھی ابھی جبکہ انہوں نے گھر سے باہر قدم ہی نکالا ہے۔ اور لازمی طور سے پیش آنے والے واقعات کی انہوں نے شکل بھی نہیں دیکھی۔ ہندوؤں کو محسوس ہونا ہے کہ مسلمانوں کے الگ رہنے کی وجہ سے یہ تحریک کامیاب نہیں ہو سکیگی۔ چنانچہ ملاپ ۱۴ مارچ لکھتا ہے:۔ "یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر مسلمانوں کا رویہ نہ بدلا۔ تو یہ تحریک زیادہ کامیاب نہ ہوگی"۔

بات دراصل یہ ہے۔ کہ ہندو چونکہ مسلمانوں کو اشتعال دلا کر اور انکے بہادرانہ جذبات بھڑکا کر انہیں آگے کر دیتے اور خود بزدلی کی پیلے کے پیچھے منہ چھپا کر تماشہ دیکھنے کے عادی ہیں۔ اسلئے انہیں فکر لاحق ہو رہی ہے۔ کہ اب کے کیا ہوگا۔ اور کس طرح گاندھی جی کی تحریک میں گرمی پیدا ہوگی۔ مگر انہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ مسلمان اب انکا آلۂ کار بننے کیلئے تیار نہیں ہو سکتے۔ اور نہ ان کی خاطر اپنے آپ کو اندھا دھند ہلاکت میں ڈال سکتے ہیں۔ ہندو جب تک ان کے مطالبات پورے نہ کر دینگے اور انکے حقوق دائیں ہاتھ سے انکے آگے نہ رکھ دینگے...

مستریوں کا عبرتناک انجام

مجبوب خلافت پر اتہام تراشی کا نتیجہ

مستریوں سے جب ان کی ناروا حرکات کے متعلق بازپرس کی گئی۔ اور ان سے اصلاح حال کا مطالبہ کیا گیا۔ تو انہوں نے خلافت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ اور ان لوگوں کی تائید و حمایت سے جن کے دل ناکامیوں اور نامرادیوں کی آگ سے جل کر سیاہ ہو چکے ہیں۔ ایسے ایسے ناشائستہ اور شرمناک افعال کے مرتکب ہوئے۔ کہ سوائے اوباش اور بدقماش لوگوں کے ہر طبقہ کے انسانوں میں نہایت ذلیل اور شرم و حیا سے عاری سمجھے جانے لگے۔ لیکن باوجود اس حالت تک پہونچ جانے کے ان کا دعوےٰ تھا۔ کہ وہ احمدی ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالےٰ کا سچا اور پاکباز انسان یقین کرتے ہیں۔ اس کے متعلق انہوں نے کئی بار اعلان کئے۔ حلفیہ اعلان کئے۔ اور اس طرح غیر مبائعین کو انہوں نے اپنا ہمنوا بنا لیا۔ لیکن سرکشی اور افتراپردازی کی راہ اختیار کرتے ہوئے جو قدم انہوں نے اٹھایا تھا۔ وہ چونکہ ضلالت اور گمراہی کی طرف لے جانے والا تھا۔ اس لئے جوں جوں بڑھتے گئے۔ کفر و ارتداد کے قریب ہوتے گئے۔ اور آج یہ حالت ہے۔ کہ سرتاپا ارتداد کی غلاظت میں لتھڑے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ یعنی اُن کا کرتا دھرتا عبدالکریم کھلم کھلا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منکر بن کر آپ کی صداقت پر احمدیوں سے مباحثہ کر رہا ہے۔

یہ ہے اس مباہلہ کا انجام۔ جس کی طرف مستری بلاتے تھے۔ اور جس پر انہوں نے اپنی فتنہ پردازی کی ساری عمارت کھڑی کی تھی۔ کہ جس انسان کو وہ کل تک مسیح موعود سمجھتے تھے۔ جس کے لئے ان کا دعوےٰ تھا۔ کہ انہوں نے گھر بار ترک کر دیا۔ جس کے لئے وہ کہتے تھے۔ کہ انہوں نے بڑی قربانی کی۔ اور ہجرت اختیار کی۔ اور جس کی ایک تحریر پر فیصلہ کی بنیاد رکھتے تھے۔ آج اسی کے منکر ہو گئے۔ اسے نعوذ باللہ جھوٹا۔ اور کذاب سمجھنے لگ گئے۔ حتےٰ کہ منکروں اور مکذبوں کے قائم مقام بن کر اس کے خلاف مناظرے کرنے شروع کر دئے۔

اشارات

کیا اس سے ظاہر نہیں۔ کہ ان لوگوں کی فتنہ انگیزی خدا تعالےٰ کے نزدیک اتنا بڑا گناہ اور ایسا خطرناک جرم ہے۔ کہ جس کی پاداش میں خدا تعالےٰ نے انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان سے محروم کر دیا۔ اور ارتداد کے گڑھے میں گرا کر دین و دنیا کی ذلت میں مبتلا کر دیا۔ اب کہاں ہیں ان کے وہ حامی۔ جو انہیں خلافت ثانیہ کے خلاف فتنہ انگیزی اور شرارت خیزی کی ترکیبیں بتانے کے لئے اپنی بغل میں لئے پھرتے تھے۔ انکی راہ میں دیدۂ و دل بچھائے رکھتے تھے اور کھلے دل مال و زر سے مدد کرتے تھے۔ وہ آئیں اور دیکھیں ان کا کیا انجام ہوا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے اور حقیقی جانشین کی مخالفت کرنے کا انہیں کیا پھل ملا۔ اگر ان میں ذرا بھی نیک نیتی ہوتی۔ اور اگر ان کی دروغگوئیوں اور افترا پردازیوں میں کچھ بھی حقیقت ہوتی۔ تو کیا ان کا انجام یہی ہونا چاہیئے تھا۔ کہ خدا تعالےٰ کے مامور کے منکر ہو جاتے اور اسے جھوٹا قرار دینے کے لئے مباحثے کرتے پھرتے۔ غور کرو۔ اور خدارا غور کرو۔ کیا ایسے لوگوں کا جو اپنے اتہامات کی صداقت ثابت کرنے کے لئے مباہلہ کا چیلنج دے رہے ہوں۔ جو اپنا فیصلہ خدا تعالےٰ پر چھوڑنا چاہتے ہوں۔ ان کے ساتھ خدا تعالیٰ کا یہی سلوک ہونا چاہیئے۔ کہ انہیں اپنے مامور کے دامن سے جدا کر کے دور پھینک دے۔ نہیں قطعاً نہیں۔ پس خدا تعالےٰ کا ان لوگوں سے یہ سلوک اور ان کا یہ عبرتناک انجام بتا رہا ہے۔ کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں۔ محض افترا اور ان کے نفس کی شرارت ہے۔ جس کا وبال الٹ کر انہی پر پڑ رہا ہے۔ اور ابھی کیا۔ دنیا دیکھیگی۔ اور حیرت و استعجاب سے انگشت بدندان ہو کر رہ جائیگی۔ کہ خدا کے پیاروں پر افترا پردازی اور اتہام تراشی کا کیسا عبرتناک انجام ہوتا ہے۔

اب جبکہ مستری ہملم کھلا ارتداد اختیار کر چکے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منکر بن چکے ہیں۔ تو پھر کس منہ سے وہ مہاجر بنے بیٹھے ہیں۔ کیوں وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چھوڑنے کے ساتھ ہی قادیان سے کوچ کر کے اپنی اس بیش قیمت جائداد کو نہیں سنبھال لیتے۔ جس کے متعلق وہ کہا کرتے تھے۔ کہ مسیح موعود علیہ السلام کی وجہ سے اسے چھوڑنا پڑا تھا۔ اب قادیان میں ان کا رکھا ہی کیا ہے۔ لیکن اگر وہ یہاں شرارت کا اڈا بنانا چاہتے ہیں۔ تو یاد رکھیں۔ جس خدا نے انہیں ان کے بد افعال کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شناخت سے محروم کر دیا۔ وہ اور بھی سزا دے سکتا ہے۔ اور ضرور دیگا۔

اگرچہ گاندھی جی نے اپنے ساتھیوں سے کہہ دیا تھا۔ کہ "تمہیں بیمار پڑنے کا کوئی حق نہیں۔ اور تم ہرگز بیمار مت پڑنا" لیکن گھر سے نکلے ابھی تیسرا ہی دن ہوا تھا۔ کہ ان کے ایک والنٹیر کو بخار ہو گیا۔ گو اعلان یہ کیا گیا ہے۔ کہ "خفیف سا بخار" ہوا۔ اور توقع کی گئی ہے۔ کہ "بہت جلد صحت یاب ہو جائے گا" مگر اس کا کیا حق تھا۔ کہ خفیف سا بخار بھی ہونے دیتا۔ کیوں نہ اس نے کہہ دیا۔ مہاتما جی کے سامنے میں بیمار ہونے کا حق چھوڑ چکا ہوں۔ اور اقرار کر چکا ہوں۔ ہرگز بیمار نہیں پڑونگا۔ پھر بخار کو مجھ سے کیا کام۔

معلوم ہوتا ہے۔ بخار نے "عدم تشدد" کے عامل پر تشدد سے قبضہ جما لیا۔ ورنہ اس نے تو بیمار نہ پڑنے کی پوری کوشش کی ہوگی۔

معلوم نہیں۔ گاندھی جی نے کس طرح معلوم کیا۔ مگر نمک سازی کی مہم شروع کرتے ہوئے بار بار انہوں نے اعلان کیا۔ کہ پرماتما ہمارے ساتھ ہے۔ اور جس کے ساتھ پرماتما ہو۔ وہ ناکام نہیں ہو سکتا۔ یہ دعوے سُنکر عیسائی مشنریوں کی ایک جمعیتہ نے انہیں رستہ میں ہی آگھیرا اور آپ کے سامنے یہ "ستیہ" پیش کیا۔ کہ "کوئی انسانی حکومت راستی امن اور صداقت کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ اگر آپ امن۔ صداقت اور راستی کے طلبگار ہیں۔ تو خداوند یسوع مسیح کی بادشاہت واپس لانے کی کوشش کیجئے۔ یعنی عیسائی ہو جائیے۔ اور دوسروں کو عیسائی کیجئے"۔

گاندھی جی کے ادعا کا ثبوت تو اس وقت ملے گا۔ جبکہ وہ اپنی مہم کے نتیجہ میں انگریزوں کو بیک بینی و دو گوش ساحل ہند سے سمندر میں دھکیل دیں گے۔ لیکن عیسائی مشنری تو بزعم خود اپنے دعوے کی دلیل عیسائی حکومت کی شکل میں رکھتے ہیں۔ غالباً گاندھی جی سے اس کا کوئی جواب بن نہیں آیا۔ اسی لئے اس خبر میں ان کے جواب کا کوئی ذکر نہیں۔

گاندھی جی اپنی سواری کے لئے جو "گھوڑی" لے گئے تھے اور جو اب (ملاپ ۱۷۔ مارچ میں) "ٹٹو" بن گیا ہے۔ اسے انہوں نے جونہی یہ خیال کر کے واپس کیا۔ کہ "اب ٹٹو کی ضرورت نہ ہوگی"۔ "بعارضہ گنٹھیا علیل" ہو گئے۔ "ان کو چلنے میں سخت تکلیف ہوئی۔ اور آپ دو لڑکوں کے کندھوں کا سہارا لے کر قدم اٹھاتے رہے" اس سے نتیجہ نکالا گیا ہے۔ کہ "مہاتما جی اس بدنصیب ملک کی بہبودی کی خاطر انتہائی تکالیف برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن ٹٹو کو چھوڑ کر کسی اور گھوڑے پر سوار ہونے سے انکار کر کے دو لڑکوں کے کندھوں پر بار ڈالنے کا ملک کی بہبودی سے کیا تعلق۔ بھلا ملک کو اس تکلیف فرمائی سے کیا فائدہ پہونچا۔ جس سے دوسری صورت میں محروم رہتا۔

گاندھی جی سول نافرمانی اس لئے کرنے نکلے ہیں۔ کہ حکومت اہل ہند سے ایسا سلوک نہیں کرتی۔ جیسا اپنے ہم قوموں اور ہم وطنوں سے کرتی ہے۔ لیکن خود انہوں نے اپنے آشرم میں ایسے قانون جاری کر رکھے ہیں۔ جو انسانیت کے لئے قابل شرم ہیں۔

اخبار "ملاپ" نے بڑے چاؤ سے اپنا جو نمائندہ گاندھی جی کی "یادگار زمانہ مہم" کے "چشم دید حالات" قلمبند کرنے کے لئے بھیجا۔ اس کی پہلی چٹھی "نمائندہ ملاپ سے گاندھی آشرم میں کیا گذری" کے افسوسناک اور غم آلود عنوان کے ساتھ ملاپ کے ملاپ میں شائع ہوئی ہے جس سے ظاہر ہے۔ کہ اول تو وہ بیچارہ "آشرم کی پابندیوں سے ڈر کر" ایک کونہ میں دبک کر بیٹھ گیا۔ آخر پیاس سے تنگ آ کر جب اس نے پانی پینا چاہا۔ تو "گلاس کو منہ لگانے کی ممانعت" کی وجہ سے "پانی حلق میں انڈیلنا چاہا۔ مگر اپنے کپڑوں پر گرا لیا"۔ پانی پلانے والے نے اس کی حالت پر رحم کھا کر گلاس کو منہ لگانے کی اجازت تو دے دی۔ مگر "پانی ختم کرنے کے بعد ہی گلاس کو مٹی سے صاف کرنیکا حکم دے دیا۔ اور پانچ منٹ میں صرف پینے کی رسم ختم ہوئی"۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ "اس پر بیڈ سے" نمائندہ ملاپ "ایسا ڈرا۔ کہ ڈیڑھ گھنٹہ تک سہما رہا۔ اور کسی سے بات کرنے کا بھی حوصلہ نہ ہوا"۔

یہ گاندھی آشرم میں اس شخص کے ساتھ گذری۔ جو گاندھی جی کا ہم وطن۔ ہم قوم۔ ہم مذہب اور ہم خیال تھا۔

آخر جب اسے یہ کہا گیا۔ کہ مہاتما جی کا حکم ہے "کہ اخبار والوں کو آشرم میں ٹھیرنے کی اجازت نہیں ہے"۔ تو اس کا پیمانہ صبر جو لبریز ہو چکا تھا۔ چھلک گیا۔ اور اس نے گاندھی جی کے ایجاد کردہ "ستیہ گرہ" پر گاندھی آشرم میں ہی عمل کرنے کا اعلان کر دیا۔ اور صاف طور پر کہدیا "اگر مہاتما پرسوں سول نافرمانی کرنے جائینگے۔ تو میں آج ہی کرتا ہوں"۔ اس کا حسب منشا اثر ہوا۔ اور ثابت ہو گیا۔ کہ گاندھی جی آشرم میں ستیہ گرہ کی پوری قدر کی جاتی ہے۔

خطبہ جمعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر احمدی پوری سرگرمی سے تبلیغ کرے

بجٹ کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ

فرمودہ ۱۴- مارچ سنہ ۱۹۳۰ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں آج زیادہ تفصیل کے ساتھ دو امور کی طرف توجہ دلانا چاہتا تھا۔ لیکن میری طبیعت کچھ خراب ہے۔ چند دن سے حرارت رہتی ہے۔ اور آج جلاب بھی لیا ہے۔ اس لئے میں اختصار سے قادیان والوں اور بیرونی احباب کو توجہ دلاتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ وہ اپنی

مومنانہ شان

کے مطابق وہ اختصار یا تفصیل کی پروا نہیں کریں گے۔ اور اس عہد کے مطابق جو انہوں نے میرے ہاتھ پر کیا ہے۔ عملی طور پر

صادق العہد

ہونے کا ثبوت دینگے ۔

میں نے رمضان کے دنوں میں بیان کیا تھا۔ کہ معلوم ہوتا ہے، رمضان کی وجہ سے احباب نے تبلیغ میں سستی کردی ہے۔ کیونکہ جنوری کے مہینہ میں بیعت کرنے والوں کی جو کثرت تھی۔ وہ فروری میں نظر نہ آئی۔

مَیں خوش ہوں

کہ دوستوں نے فوراً ہی اس خطبہ کے شائع ہونے کے بعد اس کمزوری کو محسوس کیا۔ اور تبلیغ کی طرف زیادہ توجہ شروع کردی۔ اور اس کے نتیجہ میں معاً بیعت بھی بڑھنے لگی ہے۔ لیکن جہاں میں ایک طرف اس بات پر خوش ہوں۔ کہ جماعت کا ایک حصہ خواہ وہ کتنا ہی قلیل کیوں نہ ہو۔ ایسا ہے۔ جو اس بات کو محسوس کرتا ہے کہ ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد ضروری ہے۔ کہ اس کی

ہر آواز پر لبیک

کہی جائے۔ جب چند روپوں کی خاطر ایک ملازم اپنے آقا کے احکام کی تعمیل میں کوتاہی نہیں کرتا۔ نہیں کرسکتا۔ یا نہیں کرنا چاہتا۔ حالانکہ ملازمت عارضی اور صرف چند گھنٹوں کے لئے ہوتی ہے۔ تو جس شخص کے ہاتھ پر بیعت کی ہو۔ اس کی آواز پر توجہ نہ کرنا کتنی بڑی کوتاہی ہے۔ کیونکہ بیعت مستقل اور ہر وقت کے لئے ہوتی ہے۔ اور پھر اس کا تعلق صرف اس دنیا سے ہی نہیں۔ بلکہ اگلے جہان سے بھی ہے۔ کیا یہ

تعجب کی بات

نہیں۔ کہ ایک عورت اپنے خاوند کی بیوی ہوکر۔ یا ایک مرد اپنے کسی عزیز یا قریبی کا بھائی یا دوست ہوکر یا ایک انسان دوسرے کا ملازم ہوکر جس طرح اس کی آواز پر لبیک کہے۔ اتنا بھی اس شخص کی بات کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ جس کے ہاتھ پر بیعت کی ہو۔ اور اقرار کیا ہو۔ کہ ہماری ہر چیز تمہارے لئے ہے ۔

ہمارے ملک میں ایک مثال ہے۔ کہ "سو گز واروں ایک گز نہ پھاڑوں"۔ یعنی زبانی طور پر تو سو گز سر پر سے قربان کیا جاسکتا ہے مگر جب سچ مچ دینے کا سوال ہو۔ تو ایک گز بھی دینا مشکل ہے۔ اس لئے جس شخص کی بیعت اس مثل کے مطابق ہو۔ وہ یقیناً

بیعت کہلانے کی مستحق

نہیں ہوسکتی۔ ایسی بیعت سے اس شخص کا تو کوئی نقصان نہیں ہو سکتا جس کے ہاتھ پر بیعت کی ہو۔ ہاں اگر کسی کی بیعت سے ذاتی فائدہ ہوتا ہو۔ تو البتہ اُسے نقصان کا احتمال ہوسکتا ہے لیکن اگر اس سے ذاتی فائدہ نہ اٹھاتا ہو۔ تو پھر بیعت کرنے والے کی سستی یا کوتاہی کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کو بھی کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا۔ کیونکہ وہ

ہر چیز کی احتیاج سے آزاد

ہے۔ اگر کوئی نقصان اٹھا سکتا ہے۔ تو لا یحیق المکر السیئ الا باھلہ بُری تدابیر کرنے والوں پر ہی ان کی تدابیر پڑا کرتی ہیں۔ اس لئے وہی نقصان اٹھا سکتا ہے۔ جو اپنے

عہد کی پابندی میں سستی

کرتا ہے ۔

پس جہاں مجھے اس بات سے خوشی ہے۔ کہ بعض افراد جماعت میں ایسے ہیں۔ جو میری آواز سنتے ہی معاً متوجہ ہو جاتے اور کام کرنے لگ جاتے ہیں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو خطبہ چھپنے کے بعد جلد ہی تغیر کیوں نظر آتا۔ باہر سے بھی بیعت کے خطوط زیادہ آنے لگے۔ اور قادیان میں بھی طلبا اور اساتذہ کے اندر ایک بیداری پیدا ہوگئی۔ اور وہ اپنے دوسرے کاموں کو چھوڑ کر فرصت کے اوقات میں تبلیغ میں لگ گئے۔ انہوں نے ذاتی اغراض پر دین کو مقدم کردیا۔ وہاں میں نے محسوس کیا۔ کہ

جماعت کی ترقی میں روک

درحقیقت ہماری اپنی سستی ہے۔ کیونکہ جب چند آدمیوں کی چند روزہ کوشش سے کامیابی ہوسکتی ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ ساری جماعت مسلسل کوشش کرے۔ اور کامیابی نہ ہو۔ جو دوست کوشش کرتے ہیں۔ ان کی کامیابی کو دیکھکر معلوم ہوتا ہے۔ کہ

طبائع میں انقلاب

پیدا ہوچکا ہے۔ لیکن ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ جس طرح کسی عجیب عجوبہ میں جانے سے لوگ عام طور پر ڈرتے ہیں۔ اور وہ انتظار کرتے ہیں۔ کہ پہلے جانے والے اندر سے کیا لے کر آتے ہیں۔ اگر وہ کچھ لے کر نکلیں۔ تو دوسرے بھی اندر جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اگر خاموشی سے نکل آئیں۔ تو خیال کرلیتے ہیں۔ اندر ضرور کوئی بلا ہی ہوگی۔ اسی طرح لوگ یہ دیکھ رہے ہیں۔ کہ

احمدیت میں داخل ہونیوالے

کیا اثر وہاں سے لیتے ہیں۔ لیکن جب وہ ہماری طرف سے خاموشی دیکھتے ہیں۔ تو خیال کرتے ہیں۔ اگر اندر کچھ ہوتا۔ تو یہ کیوں نہ شور مچاتے۔ اگر کسی جگہ آگ لگنے کی خبر آئے۔ تو وہاں نہ جانے والے دیکھتے ہیں۔ کہ جانے والے کس حالت میں لوٹتے ہیں۔ اگر تو وہ شور مچاتے

ان کی پگڑیاں ان کے گلوں میں پڑی ہوں۔ انہیں تن بدن کی ہوش نہ ہو۔ اور بے تحاشا دوڑ رہے ہوں۔ تو وُہ سمجھ لیتے ہیں کوئی

بڑا حادثہ

ہے۔ لیکن اگر لوگ دو دو چار چار کی ٹولیاں بنا کر اور ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر مزے سے باتیں کر رہے ہوں۔ تو وُہ خیال کر لیتے ہیں۔ کہ معمولی آگ ہوگی۔ لوٹا پانی کا ڈال دیا۔ اور بُجھ گئی ؎

پس لوگ دیکھ رہے ہیں۔ کہ

احمدیوں کی کیا حالت ہے۔

اگر گھبراہٹ اور سرگرمی ہو۔ تو وُہ سمجھیں گے۔ بات بڑی ہے۔ لیکن اگر احمدی چپکے ہو رہیں۔ تو دوسرے بھی اسے ایک معمولی بات سمجھیں گے ؎

ایک زمیندار جو بیعت کر کے احمدی جماعت میں داخل ہوتا ہے۔ اگر وہ حسب دستور سابق ہل چلاتا۔ اپنے جانوروں کو چارہ ڈالتا۔ اور تمام دیگر کام کرتا رہتا ہے۔ احمدی ہونے کے بعد اس میں کوئی تغیر نہیں پیدا ہوتا۔ تو دوسرے یہی خیال کرینگے۔ کہ اسے کوئی

غیر معمولی چیز

نظر نہیں آئی۔ اگر واقعہ میں ہمارے گھروں میں آگ لگی ہوئی۔ اور یہ امن میں ہوتا۔ تو اس طرح اطمینان سے اپنے کام کاج میں مشغول نہ ہوتا۔

عید کا چاند

دیکھ کر ایک بچہ بھی مارے خوشی کے شور مچانے لگ جاتا ہے۔ بلکہ اگر نظر نہ آئے۔ تو بھی بعض لوگ شور مچا دیتے ہیں۔ کہ دیکھ لیا۔ دیکھ لیا۔ پھر کون بیوقوف ہے۔ جو مسیح موعودؑ کو دیکھے۔ پہچان لے اور پھر چپ رہے۔ اگر کوئی چپ رہتا ہے۔ تو اس کے یہی معنے ہیں۔ کہ اس نے دیکھا ہی نہیں۔ یونہی جھوٹ موٹ کہہ رہا ہے۔ کیونکہ

خوشی یا رنج کی بات

دیکھنے کے بعد انسان چپ رہ ہی نہیں سکتا۔ جس طرح نہر کے دہانے پر بیٹھ کر انسان اسے ہاتھ سے نہیں روک سکتا۔ اسی طرح خوشی کی خبر پر بھی وُہ پردہ نہیں ڈال سکتا۔ یا رنج پر خاموش نہیں رہ سکتا۔ اور

نبیوں کے ساتھ

یہ دونوں چیزیں ہوتی ہیں۔ ان پر ایمان لانے والوں کے لئے خوشی ہوتی ہے۔ اور نہ ماننے والوں کے لئے رنج۔ اور دنیا میں جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ان دونوں میں سے ایک کو دیکھ کر بھی کوئی خاموش نہیں رہ سکتا۔ تو جہاں دونوں اکٹھی ہوں۔ خوشی بھی ہو۔ اور غم بھی۔ زہر بھی موجود ہو۔ اور تریاق بھی تو پھر ان کو دیکھنے والا کیونکر چپ رہ سکتا ہے ؎

پس لوگ دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ احمدیوں کی کیا حالت ہے اور وُہ احمدی جن میں نمایاں تغیر اور جوش ہوتا ہے۔ ان کی آواز لوگ فوراً سنتے ہیں۔ اور پھر قبول بھی کرتے ہیں۔ ایک جگہ خاموشی ہوتی ہے تبلیغ کے متعلق کوئی کام نہیں ہو رہا ہوتا۔ لیکن ایک ایسا شخص دوسری جگہ سے وہاں آتا ہے۔ جس میں

اخلاص۔ جوش اور تقوےٰ

ہوتا ہے۔ یا انہی میں سے کسی میں بیداری پیدا ہو جاتی ہے۔ تو لوگ فوراً باتیں بھی سننے لگ جاتے ہیں۔ اور بعض مان بھی لیتے ہیں اور مخالفت بھی شروع ہو جاتی ہے۔ مگر اس سے پہلے وہاں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ نئے آدمی کے آنے۔ یا کسی مردہ میں زندگی پیدا ہو جانے سے ترقی شروع ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ لوگ مردہ نہیں۔ بلکہ ہم مردہ ہیں۔ لوگ ماننے سے جی نہیں چُراتے بلکہ ہم منوانے کی کوشش نہیں کرتے۔ دنیا میں کون ایسا بیوقوف ہے۔ جو

اچھی چیز دیکھکر انکار

کرے۔ پس اگر کوئی احمدیت کو بُرا سمجھتا ہے۔ تو اس کے یہی معنے ہیں۔ کہ اس پر اچھائی ہم نے ظاہر نہیں کی۔ ایک زمانہ ابتدائی ہوتا ہے۔ اس وقت لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ ہم کیوں اپنی پہلی حالت کو ترک کریں۔ لیکن جب لاکھوں انسان مان جائیں۔ جماعت کا رعب اور وقار قائم ہو جائے۔ اس وقت ماننا بہت آسان ہو جاتا ہے اور اس وقت احمدیت اسی حالت میں ہے۔ پس جہاں مجھے یہ معلوم ہوا۔ کہ جماعت میں ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو

خلیفہ کی ہر آواز

پر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ وہاں یہ بھی پتہ لگ گیا۔ کہ جماعت کی ترقی ہماری اپنی غفلت اور سستی کی وجہ سے رکی ہوئی ہے ؎

اگر قادیان کے رہنے والے ہی پورے اخلاص کا نمونہ دکھائیں۔ تو ضلع گورداسپور میں احمدیت کی پوری پوری کامیابی نہایت آسان امر ہے اس ضلع کے بغنے

بڑے بڑے زمیندار

ہیں۔ ان میں احمدیت داخل ہو چکی ہے۔ اور زمیندار ہی ہر قوم کی ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں۔ ان کے ماننے کے بعد دوسروں کا منوانا آسان ہوتا ہے۔ پھر دوسری اقوام کے لوگ بھی احمدی ہیں اور خدا تعالےٰ کے فضل سے تحصیل بٹالہ اور تحصیل گورداسپور میں احمدیوں کی کثرت ہے۔ تحصیل شکر گڑھ میں بھی احمدیت آہستہ آہستہ پھیل رہی ہے۔ باقی رہی تحصیل پٹھانکوٹ۔ وُہ زیادہ تر ہندوؤں کا علاقہ ہے یہ تینوں تحصیلیں جن میں مسلمانوں کی کثرت ہے۔ ان میں احمدیت خوب پھیل چکی ہے۔ اگر

قادیان کے دوست

اس کی اہمیت سمجھتے ہوئے تبلیغ میں لگ جائیں۔ تو اس وقت میں ہی جو انہیں اپنے مقررہ کام کرنے کے بعد آسانی سے مل سکتا ہے یعنی جمعرات کی شام سے جمعہ تک۔ بہت کامیابی ہو سکتی ہے بلکہ اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ اگر جمعہ بھی باہر ہی پڑھ لیا جائے۔ کیونکہ یہ جہاد ہے۔ اور ایسی حالت میں قادیان کے جمعہ سے تبلیغ کرتے ہوئے باہر جمعہ پڑھ لینا مقدم ہے۔ اس وجہ سے اگر جمعہ وہاں ہی پڑھ لیا جائے۔ تو حرج نہیں۔ اس سے بھی اچھا اثر ہو سکتا ہے ایک جمعہ وہاں پڑھ لیا۔ اگلے جمعہ کو انہیں ساتھ لے آئے۔ تو اسی طرح یہ ضلع بہت جلد فتح ہو سکتا ہے۔ اس طرح

سیالکوٹ کا ضلع

ہے۔ وہاں بھی بڑی بڑی جماعتیں ہیں۔ اس علاقہ میں سب سے کم مبلغ جاتے ہیں۔ مگر سب سے زیادہ بیعت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہاں باہمی رشتہ داروں سے ملنے جلنے سے خود بخود ہی تبلیغ ہوتی رہتی ہے۔ پھر وہاں اب یہ ڈر نہیں۔ کہ احمدی ہونگے۔ تو کیا ہوگا۔ بلکہ بعض جگہ یہ خدشہ ہے۔ کہ احمدی نہ ہونگے۔ تو کیا ہوگا۔ اس لئے اگر سیالکوٹ کے دیہات کے لوگ اپنے ارد گرد تبلیغ کریں۔ اور علاقہ پر زور دیں تو بہت جلد ترقی ہو سکتی ہے ؎

تیسرا

ضلع گجرات

ہے۔ ایک زمانہ میں سب سے زیادہ احمدی اس ضلع میں تھے۔ مگر اب یہ تیسرے یا چوتھے نمبر پر ہے۔ بعض پُرانے احمدی فوت ہو گئے۔ اور ان کی اولادیں احمدی نہ رہیں۔ یا ان کو احمدیت سے زیادہ انس اور دلچسپی نہ رہی۔ اور آئندہ تبلیغ کی طرف توجہ نہ کی گئی۔ اس لئے یہ ضلع پیچھے رہ گیا۔ اگر اب بھی وہاں کے احمدی اپنا ایک

نظام قائم کر کے

پھر کام شروع کر دیں۔ تو بہت کامیابی ہو سکتی ہے۔ خدا کے فضل سے وہاں بڑے اثر اور رسوخ والے لوگ موجود ہیں۔ مگر ضرورت ہے۔ کہ ان میں بیداری پیدا ہو۔ ایک تبلیغی انجمن بنائی جائے۔ جو ہمیشہ جلسے کرتی رہے۔ ایک مہینہ ایک تحصیل میں جلسہ ہو۔ اور دوسرے مہینہ میں دوسری میں۔ ہر گاؤں کے سب احمدیوں کا ایسے جلسوں میں شامل ہونا تو مشکل ہے۔ اس لئے صرف نمائندے شامل ہوں۔ اور اگر سال میں ایسے بارہ جلسے بھی کریں۔ تو یقیناً ان کی مردنی دور ہو کر ان میں بیداری پیدا ہو جائیگی اور وُہ لوگ جو پہلے احمدی تھے اور اب نہیں ہے۔ یا جنکے والدین احمدی تھے مگر وُہ کسی وجہ سے شامل نہیں ہے۔ وُہ دوبارہ شامل ہو سکتے ہیں۔ اور ممکن ہے۔ ضلع گجرات اس پہلے مقام کو دوبارہ حاصل کر سکے۔ لیکن اگر

سستی اور غفلت

کی یہی حالت رہی۔ تو دوسرے اضلاع میں جو بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ اسے مدنظر رکھتے ہُوئے مجھے اس کا وہاں ٹکنا بھی محال نظر آتا ہے۔ جہاں ہے۔ بعض لوگ لیٹے رہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں اٹھا نہیں جاتا۔ بے شک بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو بوجہ بیماری اٹھ نہیں سکتے۔ لیکن بعض ایسے ہوتے ہیں۔ جو اٹھ تو سکتے ہیں۔ مگر وہ اٹھنے کا خیال نہیں کرتے۔ اسی طرح بعض جماعتیں بیٹھی ہوئی ہیں۔ جو اُٹھنے کا خیال نہیں کرتیں حالانکہ اگر وُہ خیال کریں۔ تو اٹھ سکتی ہیں۔ وہ اس کی منتظر رہتی ہیں۔ کہ کوئی مبلغ جائے۔ اور تبلیغ کرے۔ لیکن یہ نہیں سوچا جاتا۔ کہ اتنے مبلغ کہاں سے آئیں۔ انہیں خود مبلغ بننا چاہیئے۔ قادیان سے مبلغ تو کبھی مباحثہ یا ضلع کے جلسہ میں جا سکتے ہیں۔ ورنہ عام تبلیغ ہر جگہ کے لوگوں کو خود کرنی چاہیئے۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے

مقامی مبلغوں کی باتیں

عام طور پر لوگ زیادہ عمدگی سے سمجھتے ہیں۔ سالانہ جلسے پر بعض لوگوں سے جو جلسہ گاہ سے باہر نکلے ہوتے ہیں۔ پوچھا جاتا ہے۔ کہ آپ کیوں باہر آ گئے ہیں۔ تو وہ یہی جواب دیا کرتے ہیں۔ کہ جو لوگ ہمارے ساتھ آئے ہیں۔ وہ تقریریں نہیں سمجھ سکتے۔ ہم انہیں سمجھانے کے لئے باہر آئے ہیں۔ پس جب وہ جلسہ کے دنوں میں زیادہ عمدگی سے سمجھا سکتے ہیں۔ تو باقی دنوں میں کیوں نہیں سمجھا سکتے۔ جس زبان سے وہ جلسہ کے دنوں میں سمجھاتے ہیں۔ اسی سے دوسرے اوقات میں بھی سمجھا سکتے ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ اگر دوست اپنی اپنی جگہ تبلیغ کریں۔ تو بہت فائدہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ

اپنے رنگ کا کلام

انسان پر بہت اثر کرتا ہے۔ ایک دوست نے سنایا۔ ایک مقام پر ایک غیر احمدی مولوی بہت شرارت کر رہا تھا۔ اس نے بہت جوش پھیلا رکھا تھا۔ اس سے مباحثہ کے لئے ایک احمدی مولوی صاحب گئے۔ جنہوں نے ایک احمدی کے ہاتھ جو معمولی لکھا پڑھا تھا۔ شرائط وغیرہ کے متعلق رقعہ بھیجا۔ غیر احمدی مولوی نے سمجھا۔ میں اسے اچھی طرح قابو کر لوں گا۔ اس نے جھٹ قرآن منگوایا۔ اور کہا۔ بتاؤ۔ تم کیوں احمدی ہوئے۔ اس نے کہا۔ مولوی صاحب مجھ سے آپ کیا کہتے ہیں۔ ہمارے مولوی صاحب آئے ہوئے ہیں۔ ان سے بحث کر لیں۔ وہ کہنے لگا۔ تمہارے مولوی کو تو بعد میں دیکھا جائیگا۔ پہلے تم بتاؤ۔ کہ تم کیوں احمدی ہوئے ہو۔ وہ جھٹ قرآن کھولکر یٰعیسیٰ انی متوفیک ورافعک کی آیت نکال کر کہنے لگا۔ پڑھو۔ رافعک کے کیا معنے لکھے ہیں۔ احمدی نے کہا۔ کہ اٹھانا لکھے ہیں۔ وہ کہنے لگا۔ پھر تم کس طرح حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کو وفات یافتہ مانتے ہو۔ باقی لوگوں نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملا دی۔ کہ قرآن سے حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کا زندہ ہونا ثابت ہو گیا۔ اس پر احمدی نے کہا۔ مولوی صاحب رافعک کے معنے تو بے شک اٹھانا لکھے ہیں۔ لیکن متوفیک کی ف کے نیچے کیا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا زیر۔ اس نے کہا۔ جب زیر نیچے ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوپر کس طرح جا سکتے ہیں۔ وہ تو نیچے ہی رہیں گے۔ اس پر مولوی صاحب نے بہت شور مچایا۔ کہ اس بات کا یہاں کیا تعلق ہے۔ مگر لوگوں نے کہا۔ نہیں مولوی صاحب اس کا جواب دیں۔ بات بڑی پکی ہے۔ تو جیسی دلیل اس مولوی نے دی تھی۔ اس کا توڑ احمدی نے بھی سوچ لیا۔ تو اپنے جیسے آدمی سے انسان زیادہ سمجھ سکتا

ہے۔ ہر جگہ مولویوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور اگر ہو۔ تو ہر فرد کو مولوی بننا چاہئے۔ اگر یہ بات ساری جماعت میں پیدا ہو جائے۔ تو پانچ سات سال میں ہی دنیا کی کایا پلٹ سکتی ہے۔ کیونکہ لوگوں میں بے چینی بہت پیدا ہو چکی ہے۔ دنیا کب تک

آنیوالے کا انتظار

کرے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے۔ کہ ہمارے سب مخالف جواب زندہ موجود ہیں۔ وہ تمام مرینگے۔ اور کوئی ان میں سے عیسےٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہیگی۔ وہ بھی مرے گی۔ اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسےٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی۔ اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھیگی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالیگا۔ کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا۔ اور دنیا دوسرے رنگ میں آ گئی۔ مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ آسمان سے نہ اترا۔ تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائینگے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی۔ کہ

عیسےٰ کے انتظار کرنیوالے

کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑینگے۔ اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھیگا۔ اور پھولیگا۔ اور کوئی نہیں۔ جو اس کو روک سکے۔ اس وقت بہت لوگ ایسے ہیں۔ جنہوں نے گھبرا کر کہدیا ہے۔ کہ کوئی نہیں آئیگا۔ آنے والے کے متعلق سب روایات غلط ہیں۔ لیکن سب لوگ ایسے نہیں ہوتے۔ بلکہ ایسے بھی ہیں۔ جن کے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی عزت ہے۔ وہ سمجھتے ہیں۔ مولویوں نے ہمیں دھوکہ اور فریب میں رکھا۔ اور خواہ مخواہ اتنا عرصہ انتظار میں گذارا۔ ان کے

دل بے چین

ہیں۔ اور وہ چاہتے ہیں۔ کہ دھوبی کے بیل کی طرح کوئی انہیں جماعت میں داخل کر دے۔ کہتے ہیں۔ ایک دھوبی ہر روز گھر سے ناراض ہو کر چلا جاتا۔ اس کے رشتہ دار روز اسے منا کر لاتے۔ آخر جب تنگ آ گئے۔ تو انہوں نے کہدیا۔ کہ اب ہم منانے نہیں جائینگے۔ خواہ آئے یا نہ آئے۔ ایک دن جب وہ ناراض ہو کر گیا۔ تو اس نے شام تک انتظار کیا۔ کہ کوئی لینے آئیگا۔ لیکن کوئی نہ آیا۔ جب بھوک نے اسے تنگ کرنا شروع کیا۔ تو اس نے بیل کھولدیا۔ بیل چونکہ

گھر کا راستہ جانتا تھا۔ اس لئے گھر کی طرف چل پڑا۔ دھوبی نے اس کی دم پکڑ لی۔ اور پیچھے پیچھے چل دیا۔ اور ساتھ کہتا جاتا۔ جانے بھی دے۔ میں نے جو کہا۔ گھر نہیں جاؤنگا۔ تو کیوں خواہ مخواہ مجھے زبردستی لئے جا رہا ہے۔ اور اسی طرح گھر چلا گیا۔ اور جا کر کہنے لگا۔ میں نے آنا تو نہیں تھا۔ لیکن یہ بیل کھینچ لایا۔

تو

لاکھوں انسان

ہیں۔ جو چاہتے ہیں۔ کہ کوئی ان کے لئے بیل کی دم بن جائے۔ کیونکہ وہ شرمندہ ہیں۔ کہ اب کیا کہہ کر جائیں۔ مجھے اپنا

ایک رؤیا

یاد ہے۔ میری عمر دس گیارہ سال کی تھی۔ بازار احمدیہ کی دکانیں ابھی نہ بنی تھیں۔ اور مدرسہ احمدیہ بھی نہیں تھا۔ اس جگہ ایک چبوترہ تھا۔ شاید بعض عمارتیں بھی بنی ہوں۔ لوگ یہاں کبڈی کھیلا کرتے تھے۔ میری اس وقت اتنی عمر تو نہ تھی۔ کہ کبڈی میں شامل ہو سکوں۔ مگر دیکھنے چلا جاتا تھا۔ اور بعض اوقات میرا دل رکھنے کے لئے مجھے بھی شامل کر کے دور کھڑا کر دیا کرتے تھے۔ میں نے اس زمانہ میں خواب دیکھا کہ کبڈی ہو رہی ہے۔ ایک طرف غیر احمدی ہیں۔ اور دوسری طرف احمدی۔ اور کبڈی وہ ہے۔ جسے پنجابی میں جھیل کہتے ہیں۔ غیر احمدیوں کا جو آدمی آتا ہے۔ احمدی اسے پکڑ کر اپنی طرف ہی رکھ لیتے ہیں۔ حتیٰ کہ صرف

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی

ہی رہ گئے۔ آخر وہ بھی ایک دیوار سے لگ کر ایک کونے کی طرف کھسکنے لگے اور ہمارے قریب آ کر کہنے لگے۔ کہ اچھا اب میں بھی ادھر ہی آ جاتا ہوں۔ اور رؤیا میں بعض اوقات افراد سے مراد جماعت ہوتی ہے۔ اگرچہ مولوی محمد حسین کو ظاہرا ہدایت نہیں ہوئی۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی پیشگوئی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آخر وقت میں ان کو

حقیقت معلوم

ہو گئی تھی۔ چنانچہ وہ جماعت کے لوگوں سے ملنے لگ گئے تھے۔ پیغام وغیرہ بھی بھیجتے رہتے تھے۔ اور ایک دفعہ مجھے بٹالہ میں ملے بھی۔ اور کہتے تھے۔ آپ سے تخلیہ میں باتیں کرنی ہیں۔ اس رؤیا میں مولوی محمد حسین سے مراد دراصل ان کی سی طبایع والے لوگ ہیں۔ کہ آخر وہ بھی احمدیت میں داخل ہونگے۔ لیکن ہمارا فرض ہے۔ کہ انہیں احمدیت میں لانے کی کوشش کریں۔ میں نے

جلسہ پر اعلان

کیا تھا۔ کہ دوست وعدہ کریں۔ اور اپنے نام لکھائیں۔ کہ

سال میں کم از کم ایک احمدی بنائیں گے۔ وعدہ کرنا بھی مفید ہوتا ہے۔ کیونکہ آدمی کو اس کا خیال رہتا ہے۔ کہ مجھے اس کے متعلق پوچھا جائیگا۔ اور اسے اس کا پاس ہوتا ہے۔ مگر بہت تھوڑے لوگوں نے وعدے لکھوائے ہیں۔ خصوصاً بڑے بڑے شہروں نے کوئی حصہ نہیں لیا۔ سیالکوٹ۔ امرتسر فیروزپور۔ گجرات۔ جہلم۔ پشاور۔ لاہور۔ دہلی۔ ملتان۔ کراچی۔ وغیرہ مقامات کے لوگوں نے بہت کم توجہ کی ہے۔ کراچی کا وعدہ تو شاید آیا ہے۔ مگر عام طور پر بہت کم لوگوں نے نام لکھوائے ہیں۔ پھر زیادہ

تعلیم یافتہ اور با اثر

لوگوں نے بالکل توجہ نہیں کی۔ حالانکہ جب تک

سب چھوٹے بڑے

اس کام میں نہ لگ جائیں۔ پوری کامیابی نہیں ہو سکتی حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی مجلس میں جب آپ کی طبیعت خراب ہوتی۔ تو آپ فرماتے۔ لوگ اس وقت چلے جائیں۔ اس پر کچھ چلے جاتے اور کچھ بیٹھے رہتے۔ پھر آپ فرماتے۔ باقی لوگ بھی چلے جائیں اس پر پھر کچھ چلے جاتے۔ اور کچھ بیٹھے رہتے۔ آخر آپ فرماتے۔ نمبردار بھی چلے جائیں۔ تو بعض اوقات بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ ہم مخاطب نہیں۔ حالانکہ جیسی بہت دوسرے لوگوں نے کی ہوتی ہے۔ ویسی ہی ان نمبرداروں نے کی ہوتی ہے۔ اور سب کے لئے اپنے اپنے

عہد کی پابندی

لازمی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے۔ نمبردار اپنے آپ کو مستثنیٰ سمجھیں۔

پس میں امید کرتا ہوں۔ کہ جماعت کے سارے دوست اس طرف توجہ کرینگے۔ چونکہ کسی کام کیلئے حکم دینے پر نگرانی کیلئے انتظام کرنا پڑتا ہے۔ اسلئے میں حکم تو نہیں دیتا۔ مگر پھر بھی میری آواز پر توجہ کرنا ضروری ہے۔ گویا سب کام میرا حکم ہونے پر ہی کئے جاتے ہیں۔ یہاں سرکس آیا۔ بہت لوگ دیکھنے کیلئے گئے۔ اور کوئی ایک بھی اس کے لئے مجھ سے حکم لینے کیلئے نہ آیا۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ دین کے کام میں حکم کی انتظار کی جائے۔ اگر اپنے شوق سے کام کیا جائے۔ تو سارا ثواب اپنے آپ کو حاصل ہوتا ہے۔ لیکن حکم میں دوسرا بھی ثواب میں شریک ہو جاتا ہے۔ اگر جماعت اس طرف توجہ کرے۔ تو بہت جلد ترقی کے سامان پیدا ہو سکتے ہیں۔ میں نے

اشتہاروں کا سلسلہ

بھی اسی لئے جاری کیا ہے۔ کہ دوستوں کو تبلیغ کے لئے میدان مل جائے۔ اور قریباً ایک مہینہ کے بعد اس کا اثر بھی معلوم ہونا شروع ہو گیا ہے۔ ایک شخص نے تو اشتہار پڑھکر بیعت کا خط بھی بھیجا ہے۔ بعض نے سوالات لکھکر بھیجے ہیں۔ اور بعض مقامات سے جو خطوط آ رہے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہاں بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ اور میں نے اسی غرض سے یہ سلسلہ شروع کیا تھا۔ تاکہ شور پڑ جائے۔

دوسری بات جس کے متعلق میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ وہ

چندوں کی کمی

ہے۔ اس کے موجبات میں سے زیادہ تر زمینداروں کی فصلوں کی تباہی ہے۔ قریباً دو تین سال سے زمینداروں کی ایسی مشکلات آ رہی ہیں۔ جس طرح کوئی چکی کے دو پاٹوں میں پیسا جائے۔ اور ان کی مالی کمزوری کی وجہ سے نہ کہ ان کی ایمانی کمزوری سے قدرتی طور پر چندوں پر اثر پڑا ہے۔ کیونکہ وہ چندے فصل کے حصہ پر ہی دیتے ہیں۔ اگر فصل نہ ہو۔ یا کم ہو۔ تو چندہ میں کمی بھی لازمی ہے۔ زمینداروں کے اس دو سالہ نقصان کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ مرکزی فنڈ پر قرضہ بڑھتا گیا ہے۔ اس وقت

ایک لاکھ کے قریب قرض

ہے۔ اور ۳ ماہ کی تنخواہیں ابھی باقی ہیں۔ بعض دوسرے بل بھی واجب الادا ہیں۔ اور بعض بیرونی مشنوں کے تو ۶۔ ۷ ماہ سے واجب الادا ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ کام کرنیوالوں کو

پریشانیوں کا سامنا

ہو رہا ہے۔ اور بعض اوقات تو ایک مبلغ کو محض کرایہ نہ ہونیکی وجہ سے کئی کئی روز باہر نہیں بھیجا جا سکتا۔ اس طرح کام کرنیکی طاقت اور قوت ضائع ہو رہی ہے۔ میں زمینداروں اور ملازموں دونو کی حالت سے اچھی طرح آگاہ ہوں۔ کیونکہ ہر طبقہ کے لوگوں کے خطوط میرے پاس آتے رہتے ہیں۔ اور مجھے ان سے ملنے کا موقعہ ملتا ہے۔ مگر پھر بھی جو کام کرنا ہے۔ وہ آخر کرنا ہی ہے۔ اب یہ سال ختم ہونے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آثار ایسے نظر آ رہے ہیں۔ کہ

زمینداروں کی حالت میں تغیر

ہو جائیگا۔ اگرچہ کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ مگر جن علاقوں سے پہلے خرابی فصل کی شکایات آتی تھیں۔ اب کے نہیں آئیں۔ اور اس لئے امید ہے۔ انشاء اللہ اب کے اچھی فصل ہو گی۔ زمینداروں کو جس طرح مالی کمزوری یکایک ہو جاتی ہے۔ اسی طرح فصل اچھی ہو جانے سے وہ حالت تبدیل بھی جلد ہی ہو جاتی ہے۔ اچھے بھاؤ سے بھی زمینداروں کو فائدہ پہونچتا ہے۔ لیکن اس سال بھاؤ بھی گرا ہوا ہے۔ میں ان باتوں کا اتنا ماہر تو نہیں لیکن مجھے معلوم ہوتا ہے۔ کہ

"تاجروں نے جان بوجھکر بھاؤ

گرائے ہیں۔ ہمارے ملک میں یہ رواج ہے۔ کہ غلہ کے تاجر بہت سا غلہ سستا خرید کر ذخیرہ رکھ لیتے ہیں۔ اور پھر مہنگا ہونے پر فروخت کرتے ہیں۔ اب کے چونکہ اگلی فصل اچھی ہے۔ اس لئے انہوں نے پرانا غلہ سستا کر دیا ہے۔ تا کہ ایک تو پرانا غلہ نکال دیں۔ دوسرے نیا بھاؤ گرا کر تازہ غلہ خرید لیں۔ پس اگر اس وقت بھاؤ گرے ہوئے ہیں۔ لیکن جو کام

خدا تعالےٰ کے سلسلہ

کے ہیں۔ انہیں کرنا ہی ہے۔ اس لئے میں جماعتوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ مالی سال کے ختم ہونے میں جو عرصہ باقی ہے اس میں

بجٹ پورا کرنیکی طرف توجہ

کریں۔ تا سلسلہ کے سر سے مالی بوجھ دور ہو۔ میں نے تبلیغ کی طرف توجہ کرنیکی جو ہدایت کی ہے۔ وہ مالی لحاظ سے بھی بہت مفید ہے۔ اور بھی کئی لحاظ سے مفید ہے۔ مالی پہلو کے علاوہ تمدنی تکالیف بھی ہمیں درپیش ہیں۔ لیکن اگر جماعت ترقی کر جائے۔ تو یہ سب دور ہو جائینگی۔ پس جماعت کو ترقی دینے کیلئے تمہاری کوششیں خواہ وہ مالی ہوں۔ یا جانی۔ بطور بیج ہو نگی جس سے تمہارے اور بھائی پیدا ہونگے۔ لوگ تو بیج بو کر غلہ لیتے ہیں۔ لیکن تم بھائی لے سکتے ہو۔ دنیا میں کون ہے۔ جسے

قیمتاً بھائی مل جائے

لیکن ان چندوں سے جو تم سلسلہ کیلئے دیتے ہو۔ تمہیں بھائی ملتے ہیں۔ اس لئے چندوں کی طرف مزید توجہ کرنی چاہیئے ابھی قریباً ڈیڑھ ماہ کا عرصہ باقی ہے۔ اس میں نہ صرف یہ کہ بجٹ پورا کر دیا جائے۔ بلکہ زائد دیا جائے۔

خدا تعالےٰ کی راہ میں قربانی بطور بیج ہوتی ہے۔ جو بہت بڑھکر ملتا ہے۔ اور اگر بڑھکر نہ بھی ملے۔ تو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ اس نے کوئی بہتر صورت ہمارے لئے سوچی ہو گی۔ کیونکہ وہ

وفادار اور سچا یار

ہے۔ وہ کسی سے غداری ہرگز نہیں کرتا۔ پس یہ

دو نصیحتیں

ہیں۔ جو میں اس وقت کرنا چاہتا ہوں۔ اور جماعت کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ مالی بوجھ کو ہلکا کرنیکی کوشش کرے۔ اور تبلیغ کے ذریعہ جماعت کو ترقی بھی دے۔ اگر جماعت دوگنی ہو جائے تو خاص چندوں کی ضرورت بھی باقی نہ رہیگی۔ اور جوں جوں جماعت ترقی کرتی جائے گی۔ مالی بوجھ کم ہوتا چلا جائیگا۔ پیشتر اس کے کہ

مجلس شوریٰ

ہو۔ اور میں ایسی تجاویز سوچوں۔ جن سے یہ مالی پریشانی دور ہو سکے۔ جس کے لئے بہر حال ہمیں

خاص قربانیاں

کرنی پڑینگی۔ احباب کو چاہیئے۔ کہ بجٹ کو پورا کرنیکے لئے پوری پوری جد و جہد کریں۔ تا سلسلہ کے کاموں میں روکاوٹ نہ پیدا ہو اور ہمارا قدم تنزل کی طرف نہ اٹھے۔ ہمارے سب کام اللہ تعالیٰ

شارد ا ایکٹ کی حمایت میں خطرناک نظریہ

شارد ا ایکٹ یا قانون شادی بچگان محتاج معرفی نہیں اسے ملک کے دستور العمل میں شامل کر دیا گیا ہے ہندوستان کے مسلمانوں نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ اور پُر زور پروٹسٹ کیا۔ مقتدر مسلمانوں کا وفد وائسرائے ہند سے ملاقات کر چکا ہے۔ مگر ہنوز سب باتیں صدا بصحرا ثابت ہو رہی ہیں۔ مسلمانوں میں بھی ایک عنصر اس قانون کی حمایت پر تلا ہوا ہے۔ اور وہ بھی زمانہ کے زبردست ہتھیار پروپاگنڈا سے غافل نہیں۔ اسی موخر الذکر گروہ میں ایک صاحب سید عبد المجید کیور تھلہ بھی ہیں۔ آپ نے ایک ٹریکٹ شائع کیا ہے۔ میں نے اس طویل مضمون کو بغور پڑھا۔ اور خالی الذہن ہو کر پڑھا۔ سید صاحب نے ان اہم صفحات میں شارد ا ایکٹ کی پُر زور حمایت کی اور اپنے جوش میں اعتدال کو بھی نظر انداز فرما دیا ہے۔ افسوس کہ آپ کی تحریر میں آپ کے اس بیش قیمت نظریہ کا شمہ بھی نظر نہیں آتا۔ کہ "انسان دوسروں کو کم بینی کی نظر سے دیکھے بغیر بھی اپنے ترفع کا اظہار کر سکتا ہے" اگرچہ اس رسالہ کا روئے سخن دیوبندی اصحاب کی طرف ہے مگر اس کے اسلوب بیان نے بے حد عمومیت پیدا کر دی ہے۔ پھر اس لئے بھی کہ اس رسالہ میں حمایت ایکٹ کو نہ صرف مصلحتی و تمدنی ضرورت بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ اس کو "قرآن کے احکام کی صریح تائید" قرار دیا گیا ہے۔ اور یہاں تک لکھ دیا گیا ہے۔ کہ "یہ انسانیت اور اسلام کی اتنی بڑی خدمت ہے جس کے لئے شکریہ کے کوئی الفاظ بھی کافی نہیں ہو سکتے" ہمارا فرض ہے۔ کہ اس کے متعلق حقیقت حال پیش کریں۔ یہ فقرہ اگر طغیانی جذبات کا نتیجہ قرار دیا جائے۔ تو خیر۔ ورنہ یہ خود ان الفاظ کی توہین ہے۔ اللہ۔ اللہ اسلام کی بڑی خدمت اور اس کے بجا لانے والے جناب ہربلاس رائے؟ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

سید صاحب کی اپیل اور ہمارے تاثرات

آپ نے عورت کی مظلومیت۔ بے بسی اور کس مپرسی کو اس انداز سے بیان کیا ہے۔ کہ انسان خواہ مخواہ متاثر ہو جائے۔ مگر دنیا کا کوئی عقلمند اور مدبر جذباتی بیان پر مستقل عمارت کی بنیاد نہیں رکھ سکتا۔ عورت کا ستم رسیدہ ہونا بجا۔ اس کی حق تلفی کا دعوے صحیح۔ اس کی مظلومیت کی داستان سچ۔ مگر اسے شارد ا ایکٹ سے کیا جوڑ۔ کیا ۱۴ سال کی عمر کے بعد شادی ہونے سے یہ سب باتیں غلط ہو سکتی ہیں یا اس وقت کا ازدواج اس کی راحت۔ حصول حق اور آرام کی زندگی کے لئے ضامن ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر یہ بے ربط باتیں کیوں؟ ۴-۵ یا ۶ سال کی عمر میں شادی اور رخصتی انسانی جان کا بدترین استعمال ہے۔ اور اگر ہم دیوانوں کو چھوڑ کر گفتگو کریں۔ تو ہمیں اس کے تسلیم کرنے میں چارہ نہ ہوگا۔ کہ کوئی صحیح الدماغ باپ اپنی لخت جگر کو اس دائمی دوزخ میں جھونکنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ جب یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے۔ تو پھر "دردناک اپیل" دلائل سے تہیدستی کی کھلی علامت ہوگی۔

ایک خطرناک نظریہ

سید صاحب نے جوش حمایت میں جس قدر افراط و تفریط کی راہ اختیار کی ہے۔ اگرچہ وہ ساری کی ساری نامناسب ہے۔ اور ہم بغرض اختصار اسے نظر انداز کرنے پر مجبور ہیں۔ مگر ایک بات کا ذکر از بس ضروری ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے "میری تو نہایت ایمانداری کے ساتھ یہ رائے ہے۔ کہ وہ شرع محمدی جو ہمارے اماموں اور فقیہوں نے تدوین کی ہے۔ اب اس قابل ہے۔ کہ اس پر نظر ثانی کی جاوے۔ اور ضروری ترمیمات اس میں کر دی جائیں۔ اس سے میرا یہ منشا نہیں۔ کہ روحانی مسائل جو قرآن شریف نے صاف وضاحت سے بیان کر دیئے ہیں۔ ان میں ترمیم کر دی جائے۔ بلکہ وہ قوانین جو اس وقت کے اماموں یا فقیہوں نے اپنے قیاس اور اجتہاد سے مدون کئے تھے۔ اور جن کی نسبت قرآن شریف میں اس وقت کے زمانے کے مطابق احکام تھے۔ اور ایسے بہت سے امور ہیں۔ ان کو ترمیم کر دیا جائے" صلا

اگر یہ الفاظ لغزش قلم کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ عمداً لکھے گئے ہیں۔ تو ہم ان کے خلاف نہایت زور سے آواز بلند کرنا چاہتے ہیں۔ فقہ اسلامی کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ حیثیت فقہ سے ناواقفیت پر زبردست دلیل ہے۔ قیاس اور اجتہاد اور اس میں ترمیم؟ حالانکہ اجتہاد جو حالات کی بنا پر ہوتا ہے۔ نہ کہ نصوص کی اتباع میں وہ تو حالات سے خود بخود بدل جاتا ہے۔ اس میں ترمیم کی تحریک تحصیل حاصل ہے۔ اور جو مبنی بر نصوص ہے۔ اس میں ترمیم ناممکن ہے۔ جب تک نصوص کو غلط ثابت نہ کر دیا جائے۔ یا پھر انکی غلط تعبیر کا ثبوت نہ بہم پہنچا دیا جائے۔ قطع نظر فقیہوں کی "شرع محمدی" آپ تو آخری فقرات میں ناقابل تنسیخ اور عالمگیر شریعت قرآن مجید میں بھی وقتی احکام بتا کر ترمیم کرنا چاہتے ہیں۔ اور پھر کفارۂ مقاربت صائم کی مثال دیکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کو بھی بدلنا چاہتے ہیں۔ اور یہ تحریک اسلام کے ساتھ غلط طور پر "خطرناک دوستی" کا خوفناک مظاہرہ ہے۔ ہم آپ سے باادب عرض کرتے ہیں۔ کہ آپ شاردا ایکٹ کی حمایت کریں۔ پُر زور حمایت کریں مگر آپ کو یہ حق ہرگز نہیں۔ کہ اس کی خاطر شریعت اسلامیہ کی ہتک اور احکام قرآن مجید کا استخفاف کریں۔ آج مسلمانوں بلکہ دنیا بھر کی نجات صرف اور صرف قرآن مجید کی اتباع کے ساتھ وابستہ ہے مسلمان جو قدم بھی شریعت کے خلاف اور قرآن مجید کے حکم کے برعکس اٹھائیں گے۔ وہی ان کی ذلت کا باعث ہوگا۔ میں نہایت یقین بھرے دل سے کہتا ہوں کہ قرآن مجید کا ایک شوشہ یا نقطہ بھی قابل ترمیم نہیں۔ اس کے سب احکام واجب العمل ہیں۔ جو شخص قرآن کے ایک حکم کو بھی وقتی کہہ کر ٹالتا ہے۔ وہ ہدایت کے دروازہ کو خود بند کرتا ہے۔ ہاں اس کے بعض احکام بعض شرائط کے ساتھ مربوط ہیں۔ مگر ان شرائط کا ذکر خود قرآن پاک میں موجود ہے اس لئے نہ ہمیں "ترمیم" کی ضرورت ہے۔ اور نہ ہی ہمارا یہ منصب ہو سکتا ہے۔ ورنہ وہ خدا کی کتاب کیا ہوئی۔ جو قدم قدم پر عقول انسانی کی رہنمائی کی محتاج ہو۔ ہمیں توقع ہے۔ کہ محترم سید صاحب اپنی پہلی فرصت میں اس نظریہ پر نظر ثانی فرمائیں گے۔ اور اگر ہم نے ان کے مفہوم کو غلط سمجھا ہے۔ تو اس کی اطلاع فرمائیں گے۔

خلاصۂ مضمون

آپ کے طویل بیان کا اگر خلاصہ کیا جائے۔ تو آپ کے ہی الفاظ میں یوں ہوگا۔

"دور رشد اور بلوغ نکاح کا زمانہ ایک ہی ہے۔ یعنی ۱۴ برس کی عمر عمر نکاح ہے۔ کیونکہ جب رشد نہ ہوا۔ تو نکاح کے لئے انتخاب اور رضامندی باہمی کی شرط بالکل ہی مفقود ہو جاتی ہے۔ نابالغہ اجازت دینے کی اہلیت نہیں رکھتی۔

ولیوں کی نگرانی میں نابالغوں کے نکاح میں ایک اور خرابی یہ ہے۔ کہ والدین کے علاوہ اگر کوئی دوسرے ولی ہیں تو وہ خود ناجائز فائدہ اٹھانے کے لئے نابالغہ لڑکیوں کو ہلاکت و تباہی کے گڑھے میں دھکیلنے میں تامل نہیں کرتے۔ بلکہ بیسیوں مثالیں ایسی ہیں۔ کہ خود والدین نے بارہ بارہ برس کی لڑکیاں ۶۰-۷۰ برس کے بڈھوں کے سپرد کر دیں شادی کرنا اور اس کے فرائض کا ادا کرنا اس کا ذاتی فعل ہے۔ اور جب وہ ان افعال کی سرانجام دہی کے قابل ہی نہیں ہوا۔ تو ولی کن حقوق سے یہ فرائض اس کے سر منڈھنے کے لئے

تیار ہوجاتے ہیں۔ یا ہو سکتے ہیں۔ کیا دین الفطرۃ کی یہی تعلیم ہو سکتی ہے۔ کہ حیوان تک تو اس وقت تعلقات زن وشوئی پیدا کریں۔ جب وہ بالغ ہوجائیں۔ اور حضرت انسان اس مرحلہ پر آپس میں جوڑ دیئے جائیں۔ جبکہ قدرت نے ان میں اس ضرورت کا احساس ہی پیدا نہیں کیا۔"

ان مختلف المقام اقتباسات سے ظاہر ہے کہ آپ ۱۴ برس سے پہلے نکاح ناجائز اور حرام قرار دیتے ہیں۔ اور پھر ولیوں کے مسئلہ کو بالکل غلط اور مضر خیال کرتے ہیں۔ در اصل آپ کی ساری تحریر کا انحصار انہی دو باتوں پر ہے۔ ورنہ باقی حصص تحریر میں بناء غلطی یہ ہے۔ کہ آپ نکاح اور رخصتانہ کو الگ الگ نہیں کرتے۔

نکاح اور مجامعت

اس ایجیٹ کے حامیوں کو بہت بڑی غلطی یہ لگی ہے۔ کہ وہ مخالفین کو اقرار نکاح اور مجامعت کو نابالغیت کی حالت میں جائز قرار دینے والے سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید کی روح۔ احادیث کا مغز اور فقہ اسلامی کا مفاد یہی ہے کہ عقد مناکحت بے شک قبل بلوغت بھی جائز ہے۔ مگر تعلقات زن وشوئی قبل از بلوغت ہرگز جائز نہیں۔ چنانچہ فقہ اسلامی کا مشہور مسئلہ خیار البلوغ بتلاتا ہے۔ کہ بلوغ سے قبل تعلقات جائز نہیں۔ ورنہ اس خیار کی کوئی صورت ہی ممکن نہیں۔ خود سرور کائنات علیہ السلام نے بریرہ کو خیار دیتے ہوئے فرمایا۔ ان قربک فلا خیار لک۔ اگر مجامعت ہو جائے۔ تو پھر خیار نہیں ہوتا۔ (ابوداؤد) اس مسئلہ کا مفاد یہ ہے۔ کہ ولی نے ایک نکاح کیا۔ لڑکی کو اختیار ہے۔ کہ بالغ ہوتے ہی اس نکاح کا انکار کردے کہ مجھے یہ پسند نہیں۔ یہ مسئلہ صرف ان نکاحوں پر حاوی ہے۔ جو قبل از بلوغت ہوں۔ غرض نکاح کے عرفی معنے عقد مناکحت ہیں۔ اور یہ بات بعد بلوغت بھی جائز ہے۔ اور قبل ازیں بھی اس وقت جب کہ اس میں فہم وفراست کا مادہ ہو۔ ہاں مجامعت صرف بلوغت کے بعد ہی جائز ہے۔ جس کے متعدد وجوہات ہیں۔ مگر یہ واضح رہنا چاہیئے۔ کہ بلوغت کے قدرتی اثرات ہیں علامات ہیں۔ سالوں کی قید ایک غیر طبعی شئے ہے۔ جو ہر جگہ اور ہر موقعہ پر قائم نہیں رہ سکتی۔ سید صاحب نے جو عمر نکاح ۱۴ سال بیان فرمائی ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہی ہے۔ کہ شاردا ایکٹ میں چودہ سال کی شرط ہے وبس۔ ہمارا خیال سطور بالا سے ظاہر ہے۔ اندریں صورت کوئی وجہ نہیں۔ کہ ہم جناب سید صاحب کے جذبات انگیز بیان کو غلط قرار دیں۔ کیونکہ ان کا سارا زور مجامعت قبل البلوغ کی صورت پر ہے۔ جس سے خود ہمیں اور شریعت اسلامیہ کو بھی انکار ہے۔

عمر نکاح کی تعیین

عربی زبان میں نکاح کا لفظ متعدد معنے رکھتا ہے۔ عقد واظہار و اعلان نکاح بھی النکاح ہی کہلاتا ہے۔ اور مجامعت کو بھی النکاح کہتے ہیں۔ آیت بلغوا النکاح میں جو سید صاحب کی مدار دلیل ہے۔ دوسرے معنے ہی بالعموم مراد لئے گئے ہیں۔ اور آیت کا سیاق سباق بھی ان معنوں کی ہی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ وہاں یتامیٰ کے مال کی ادائگی کا ذکر ہے۔ نہ کہ عقد نکاح کا۔ آیت کے معنے یہ ہونگے۔ کہ جب وہ اپنے گھروں میں آباد ہونے کے قابل ہوجاویں۔ اور ان میں رشد وصلاحیت ہو۔ تو ان کے اموال ان کے سپرد کردو۔ اور ہم خود اوپر ذکر کر چکے ہیں۔ کہ ازدواجی تعلقات قبل بلوغت ناجائز ہیں۔ پس یہ آیت قبل بلوغت مجامعت میں روک قرار دی جاسکتی ہے۔ اور قانون قدرت بھی اس کی تائید کریگا۔ مگر محض اعلان میں اس کا روک ہونا ہرگز ثابت نہیں۔ غرض قرآن پاک عمر نکاح (اعلان وعقد) کے متعلق کوئی تعیین نہیں کرتا۔ ہاں جن لوگوں میں یہ آسمانی صحیفہ نازل ہوا۔ ان کا اور آج تک کے مسلمانوں کا تعامل اور دستور بتلاتا ہے۔ کہ نابالغ کی شادی جائز ہے۔ اس میں کوئی روک نہیں۔ اور بسا اوقات مسلمانوں نے اور ان کے بزرگوں نے اس پر عمل پیرا ہوکر اسے عملی جامہ پہنایا ہے۔ گویا جہاں تک اسلامیات کا تعلق ہے۔ اس بات کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔ کہ عقد نکاح قبل بلوغت اور ۱۴ برس سے بیشتر ہوتے رہے۔ خود حضرت سرور کائنات علیہ السلام کا نمونہ ہمارے سامنے ہے۔ معانی اور تفاسیر میں اختلاف اور تاویل کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ مگر ٹھوس تاریخی واقعات کو غلط اور قابل تاویل نہیں بتلایا جاسکتا۔ لیکن اس کا ہرگز یہ منشاء نہیں۔ کہ ضروری عدم بلوغت کی صورت میں عقد نکاح ہؤا کریں۔ بلکہ شریعت کا اصل مقصد یہی ہے۔ کہ بعد بلوغت برضامندی نکاح ہؤا کرے۔ ہاں قبل بلوغت صرف عقد کو بوقت ضرورت جائز قرار دیا ہے۔ تاکہ تمدن روحانیت اور ضروریات میں حرج واقع نہ ہو۔

ہماری التماس

ہمیں سید صاحب کی بعض باتوں سے کلی اتفاق ہے۔ لیکن بایں ہمہ اس مضمون کے لکھنے کی اس لئے ضرورت سمجھی گئی۔ کہ شاردا ایکٹ کی حمایت میں غلو سے کام لیا گیا۔ اور اس کے لئے شریعت اسلامیہ کے کھلے احکام کو وقتی کہکر قابل تبدیلی قرار دیا گیا۔ سو ہم آخر میں سید صاحب سے التماس کرتے ہیں۔ کہ وہ جلد سے جلد اس خیال کو بدل لیں۔ کہ قرآن مجید کے کچھ احکام موجودہ وقت میں قابل تنسیخ ہیں۔ اور اسی روح کو ہم کچلنا چاہتے ہیں۔ قرآن پاک نے بے شک فرمایا۔ کہ بیمار اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ قرآن کا حکم روزہ ہی قابل اصلاح ہے۔ سفارت صائم پر کفارہ کی تصریح اگر الفاظ قرآن میں نہیں۔ تو سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا جسے بہرحال قبول کرنا چاہیئے۔ غرض قرآن پاک کے سب احکام ابدی اور عالمگیر ہیں۔ اور اس میں کسی اصلاح کی گنجائش نہیں۔ یہی وہ زبردست دلیل ہے جس سے قرآن مجید کا زندہ کتاب اور رائج الوقت قانون خداوندی ہونا ثابت ہے۔

(خاکسار:۔ اللہ دتا جالندھری قادیان)

مولوی ثناء اللہ صاحب اور بہائیت

مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہلحدیث یہ بات خوب جانتے ہیں کہ ہمارا قبلہ خانہ کعبہ ہے۔ اور ہم وہی نماز پڑھتے ہیں۔ جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سکھائی۔ باوجود اسکے جب بھی وہ زبان کھولتے ہیں تو ہمارے خلاف قلم اٹھاتے ہیں تو ہماری تردید میں اہل بہاء کے عقائد کا بار بار اعلان ہو چکا ہے۔ اتنا تو مولوی صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ کہ ان لوگوں کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ شریعت اسلامی کا وقت گذر چکا۔ اب شریعت بہائی کا دور دورہ ہے۔ اور اسی کے ساتھ نجات وابستہ ہے۔ اور ہم لوگ اسلامی شریعت کا ایک شوشہ گھٹانا یا بڑھانا بھی کفر سمجھتے ہیں۔ تاہم وہ اہل بہاء کو ہم سے زیادہ ہدایت پر مانتے ہیں۔ اور ان کی تائید کے لئے اپنے اخبار کے صفحات کھول رکھے ہیں۔

ہمنے دو چار بار مولوی ثناء اللہ صاحب کو متنبہ کیا۔ کہ آپ اہل بہاء کے لٹریچر کو نہیں سمجھتے۔ خواہ مخواہ اپنی جہالت کا اعلان نہ کیجئے۔ مگر وہ باز نہیں آئے۔ اور یہی کہتے رہے۔ کہ بہاء اللہ مرزا حسین علی کا دعویٰ نبوت ورسالت کا نہ تھا۔ بہائی رسالہ کوکب نے بھی انکو بتایا۔ کہ نبوت ورسالت کا دعویٰ واقعی نہ تھا۔ مگر آپ بہاء اللہ کی محبت میں ایسے سرشار کہ یہی کہتے چلے گئے کہ انکا دعویٰ نبوۃ ورسالت کا نہ تھا۔ اور بہمہ دانی کے ادعا باطل میں کتاب اقدس کا حوالہ پیش کرنے لگے کہ یا رسول یذکرک مالک الوجود میں بہاء اللہ سے یا رسول کہکر خطاب کیا گیا ہے۔ حالانکہ مرزا حسین علی اپنے آپ کو الوہیت کے مقام پر رکھ کر اپنے مریدوں کو مخاطب کرتا ہے۔ اور یہ رسول کسی انکے مرید کا نام ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب ایسے تو نہیں۔ کہ ہماری بات کو تسلیم کریں۔ خوشی کی بات ہے۔ کہ خود مدیر کوکب ہند نے اس بارے میں وضاحت سے لکھ دیا ہے جو درج ذیل ہے۔

"پرچۂ اہلحدیث میں مولانا ثناء اللہ صاحب اور جناب صابری نے حضرت بہاء اللہ کی نسبت الفاظ نبوۃ ورسالت دکھائے ہیں۔ انکے معنے سمجھنے میں غلطی ہے ——— ظہور اعظم کا درجہ مقام

بندوں سے خدا نے کئے ہیں جیسے یا ابن یا رضا یا محمد قبل حسین ——— یا رسول میں کسی اور بندے سے خطاب ہے۔ حضرت بہاء اللہ سے نہیں۔ اس قسم کی ایک غلط فہمی مولانا ثناء اللہ کو اور بھی ہوئی۔ ایک لوح میں یا محمد خطاب ایک شخص

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت کا نتیجہ

مستریوں کا احمدیت سے کھلم کھلا ارتداد

وفات مسیح اور صداقت مسیح موعود پر مناظرہ

خدا تعالےٰ کے راستبازوں کی ہمیشہ مخالفت کی گئی۔ ہر رنگ میں دشمنوں نے ان پر اعتراضات کئے۔ اور ان کی قدر و منزلت کم کرنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن آخر ناکام ہوئے ؎

اک ہیں جو پاک بندے اک ہیں دلوں کے گندے
جیتیں گے صادق آخر حق کا مزا یہی ہے۔

کچھ عرصہ ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ پر بعض فتنہ پردازوں نے جو بظاہر جماعت احمدیہ میں شامل تھے۔ گندے اتہام لگائے۔ اور ساتھ ہی یہ ظاہر کیا۔ کہ ہمیں صرف آپ کی ذات پر اعتراض ہے۔ ورنہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو راستباز اور صادق یقین کرتے ہیں۔ انہی دنوں حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک خط میں تحریر فرمایا۔ "خدا کے کام کو کوئی روک نہیں سکتا۔ خدا تعالےٰ میری مدد کریگا۔ اور میرے ہاتھ پر اسلام کو فتح دیگا۔ درمیانی ابتلاؤں کا آنا سنت ہے۔ اور میں ان سے نہیں گھبراتا۔ وہ خود سلسلہ کا رکھوالا ہے۔ اور وہ خود اس کی حفاظت کریگا۔ میرا مقابلہ انسان کو دہریت سے ورے نہیں رکھیگا۔ خدا تعالےٰ کے اس قدر نشانوں کا انکار ایمان کو ضایع کر دینے کے لئے کافی ہے۔"

اس پر کوئی زیادہ عرصہ نہیں گذرا۔ کہ اس کی صداقت ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اور نظر آرہا ہے۔ کہ آج ان لوگوں نے جو پہلے احمدیت کی آڑ لے کر اور دشمنوں کے ہاتھوں میں ہتھیار بن کر سلسلہ احمدیہ کے خلاف کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کھلم کھلا انکار کر دیا ہے۔ جس سے یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ ان فتنہ پردازوں نے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کے متعلق جو کچھ بھی کہا۔ وہ سراسر جھوٹ اور افترا تھا۔ ورنہ حضور کی خلافت کو نہ مانتے ہوئے بھی یہ لوگ احمدی رہ سکتے تھے۔ جس طرح کہ غیر مبایعین موجود ہیں۔ پس مستریوں کو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ پر دراصل کوئی اعتراض نہ تھا۔ بلکہ سلسلہ احمدیہ کو بدنام کرنے کی ایک بے سود کوشش مد نظر تھی۔

تازہ واقعہ یہ ہے۔ کہ مستری عبدالکریم نے کہ یہی ان میں سے سرکردہ ہے۔ ایک شخص مولوی محمد مسعود ساکن الہڑ ضلع سیالکوٹ کو وہاں جانے کے متعلق خط لکھا۔ جس پر مولوی مذکور نے بمقام مانگا جہاں جماعت احمدیہ بھی ہے۔ اس کی تقریریں کرانے کی تجویز کی۔ چونکہ مستری عبدالکریم ہر جگہ جماعت احمدیہ اور اس کے امام کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا اور ناواقفوں کو اپنے دام میں پھنسا کر اپنے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ اس لئے وہاں کے احمدی احباب نے مناسب سمجھا۔ کہ اس سے گفتگو اور مناظرہ کرنے کے لئے کوئی مبلغ قادیان سے منگوایا جائے۔ چنانچہ ۶ ر مارچ سنہ ۳۰ء خاکسار اور مولوی علی محمد صاحب اجمیری مولوی فاضل مانگا ضلع سیالکوٹ پہونچ گئے۔ دوسرے دن جب شرائط کا تصفیہ ہو رہا تھا۔ تو مولوی محمد مسعود نے کہا۔ اگر تم لوگ مولوی عبدالکریم سے مناظرہ کرنا چاہتے ہو۔ تو وہ سب سے پہلے مباہلہ کے متعلق مناظرہ کریگا۔ ہم نے کہا۔ منظور ہے۔ چنانچہ فیصلہ ہو گیا۔ کہ سب سے پہلے مباہلہ کے متعلق مناظرہ ہو۔ اور بعد میں بھی تمام ان مسائل پر جو احمدیوں اور غیر احمدیوں میں اختلافی ہیں عبدالکریم ہی مناظرہ کریگا۔ لیکن جب صبح ہوئی۔ تو ہم نے نہ صرف عام غیر احمدیوں کو بلکہ مولوی محمد مسعود حافظ محمد شفیع اور مستری عبدالکریم کو بھی مباہلہ پر مناظرہ کرنے سے گریز کرتے اور یہ اصرار کرتے پایا۔ کہ اس مضمون پر ہم مناظرہ نہیں کرتے۔

آخر جب ہمارے زور دینے پر بھی وہ مباہلہ کے متعلق بحث کرنے کے لئے تیار نہ ہوا۔ تو ہم جلسہ گاہ میں پہونچ گئے۔ غیر احمدی مولوی بھی وہاں آگئے۔ لیکن مستری عبدالکریم مرتد نہ پہنچا۔ ہمارے پریذیڈنٹ جلسہ مولوی علی محمد صاحب نے مناظرہ کا وقت ہو جانے پر فرمایا۔ اپنے مناظر عبدالکریم کو لائے۔ اس پر قادیان کا ایک غیر احمدی کمہار جو مستری عبدالکریم کا ساتھی تھا۔ گیا۔ اور اسے تلاش کر کے لے آیا۔ مستری عبدالکریم نے آتے ہی علی الاعلان کہا۔ کہ مرزا صاحب کی صداقت وغیرہ کے متعلق میں ایک نہیں بلکہ دس مناظرے احمدیوں کے ساتھ کرونگا۔ ہم نے بھی اعلان کر دیا۔ یہ چیلنج ہمیں منظور ہے۔ ہم بھی جب تک مستری عبدالکریم یہ میدان چھوڑ کر بھاگ نہیں جائیگا۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے مقابلہ کرینگے۔

صدر صاحب نے جب گذشتہ شب کی طے شدہ شرائط پر دستخط کرنے کے لئے فرمایا۔ تو مستری نے کہا۔ شرائط کوئی نہیں۔ تم پہلے آدھ گھنٹہ تقریر کرو۔ پھر میں کرونگا۔ اس کے بعد پندرہ پندرہ اور پھر دس دس منٹ تقاریر ہونگی۔ اگرچہ وقت مقرر کرنا بھی ایک شرط ہے۔ لیکن ہم نے اس خیال سے اس میں دخل نہ دیا۔ کہ مناظرہ میں کوئی روک پیدا نہ ہو جائے۔ چونکہ کوئی مضمون مقرر نہ ہوا۔ اس لئے خاکسار نے پہلی آدھ گھنٹہ کی تقریر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات قرآن کریم کی دس آیات سے ثابت کی۔ اور پھر قرآنی آیات کی روشنی میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی زندگی پر دس سوال کئے۔ اس کے بعد جو سوالات مستری عبدالکریم نے اور جو جوابات خاکسار نے پیش کئے۔ وہ درج ذیل ہیں۔

غیر احمدی:۔ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں لکھا ہے عیسےٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ اگر کوئی شخص آسمان پر نہیں جا سکتا۔ تو مرزا صاحب نے نور الحق صفحہ ۵۰ پر کیوں لکھا۔ کہ موسیٰ آسمان میں زندہ ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ عیسےٰ علیہ السلام واقعی زندہ ہیں۔

احمدی:۔ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے دوسری کتب میں تحریر فرما دیا ہے۔ کہ مسیح ؑ کو زندہ ماننا میرا رسمی عقیدہ تھا۔ جو مخالفوں کے لئے قابل حجت نہیں۔ پھر ایسی اجتہادی غلطی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بھی ہوئی۔ کہ باوجود سارے انبیاء سے افضل ہونے کا الہام قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً ہو جانے کے آپ نے فرمایا۔ لا تفضلونی علی یونس کہ مجھے یونس پر فضیلت نہ دو۔ لیکن دوسرے وقت فرمایا۔ میں تمام انبیاء کا سردار اور ان سے افضل ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام اسی طرح زندہ ہیں۔ جس طرح شہداء کی زندگی کے متعلق قرآن پاک نے ارشاد فرمایا ہے۔ اور معراج کی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آسمان میں دیکھا۔ اس طرح تو تمام انبیاء زندہ ہیں۔ لیکن اس خاکی جسم کے ساتھ کوئی زندہ نہیں۔ اور نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے۔

غیر احمدی:۔ مرزا صاحب نے تو کہا ہے۔ میں حسن حسین

فہرست مبائعین برموقعہ جلسہ سالانہ ۱۹۲۹ء

(گذشتہ سے پیوستہ)

نمبر شمار	نام بیعت کنندہ	ضلع									
						۳۶۰	رحمت علی صاحب	ضلع لاہور	۳۹۹	نور محمد صاحب	ضلع گورداسپور
						۳۶۱	محمد الدین صاحب	؍؍ لاہور	۴۰۰	محمد حسین صاحب	؍؍ سیالکوٹ
						۳۶۲	عبد الحمید صاحب	گجرانوالہ	۴۰۱	حافظ احمد الدین صاحب	؍؍
						۳۶۳	برکت علی صاحب	ضلع ؍؍	۴۰۲	ہدایت خان صاحب	ضلع گورداسپور
						۳۶۴	احمد الدین صاحب	؍؍ گجرات	۴۰۳	رحیم بخش صاحب	؍؍
						۳۶۵	محمد بشیر صاحب	؍؍	۴۰۴	رحمت خانصاحب	؍؍
			۳۲۸	اسماعیل صاحب	ضلع لاہور	۳۶۶	محمد صاحب	؍؍	۴۰۵	مہر علی صاحب	ضلع رہتک
۲۹۶	اسٹر فضل کریم صاحب	کوہاٹ شہر	۳۲۹	قطب الدین صاحب	؍؍ ؍؍	۳۶۷	غلام حیدر صاحب	؍؍	۴۰۶	مہران اہلیہ محمد اسماعیل صاحب	سیالکوٹ
۲۹۷	محمد خان صاحب	ضلع گجرات	۳۳۰	بالا صاحب	؍؍ ؍؍	۳۶۸	محمد شاہ صاحب	؍؍	۴۰۷	برکت بی بی صاحبہ	؍؍
۲۹۸	خوشی محمد صاحب	؍؍ ؍؍	۳۳۱	محمد نامی صاحب	کیمل پور خاص	۳۶۹	نذیر احمد صاحب	ضلع گوجرانوالہ	۴۰۸	آمنہ صاحبہ بنت بدر الدین صاحب	ضلع گورداسپور
۲۹۹	فضل الدین صاحب	؍؍ ؍؍	۳۳۲	نواب الدین صاحب }	؍؍ شیخوپورہ	۳۷۰	اکبر علی صاحب	؍؍ امرتسر	۴۰۹	فتح بی بی صاحبہ اہلیہ عبد الکریم صاحب	؍؍ جالندھر
۳۰۰	حسین بخش صاحب	ضلع گورداسپور	۳۳۳	روشن الدین صاحب }		۳۷۱	مراد بخش صاحب	؍؍ ؍؍	۴۱۰	حیدرہ بی بی صاحبہ	؍؍ سیالکوٹ
۳۰۱	مہر الدین صاحب	؍؍ گجرات	۳۳۴	ولیداد صاحب	؍؍ لائلپور	۳۷۲	مرید احمد صاحب	؍؍ گورداسپور	۴۱۱	حاکم بی بی صاحبہ	؍؍
۳۰۲	کرم دین صاحب	؍؍ ؍؍	۳۳۵	نذیر احمد صاحب	؍؍ گورداسپور	۳۷۳	غلام محمد صاحب	؍؍	۴۱۲	مریم صاحبہ اہلیہ غلام علی صاحب	؍؍ گوجرانوالہ
۳۰۳	کرم داد صاحب	؍؍ ؍؍	۳۳۶	اسماعیل صاحب	؍؍ ؍؍	۳۷۴	شریف احمد صاحب	؍؍	۴۱۳	بیگم بی بی صاحبہ	؍؍ سیالکوٹ
۳۰۴	علم الدین صاحب	؍؍ ؍؍	۳۳۷	محمد طفیل صاحب	؍؍ ؍؍	۳۷۵	قائم الدین صاحب	؍؍	۴۱۴	رشید بیگم صاحبہ	؍؍
۳۰۵	نظام الدین صاحب	؍؍ ؍؍	۳۳۸	فضل الدین صاحب	؍؍ ؍؍	۳۷۶	محمد شفیع صاحب	ضلع سیالکوٹ	۴۱۵	لکھاں صاحبہ	؍؍ گوجرانوالہ
۳۰۶	اللہ دتا صاحب	ضلع شیخوپورہ	۳۳۹	خدا بخش صاحب	؍؍ ؍؍	۳۷۷	اللہ دتا صاحب	؍؍	۴۱۶	مراد بی بی صاحبہ	؍؍
۳۰۷	اللہ دتا صاحب دوم	؍؍ ؍؍	۳۴۰	محمد الدین صاحب	؍؍ گجرات	۳۷۸	عبد الحق صاحب }	ضلع ہوشیارپور	۴۱۷	احمدی بیگم صاحبہ	؍؍
۳۰۸	محمد الدین صاحب	؍؍ ؍؍	۳۴۱	محمد شفیع صاحب	؍؍	۳۷۹	عبد الغفور صاحب }		۴۱۸	کریم بی بی صاحبہ	سیالکوٹ
۳۰۹	حسن دین صاحب	؍؍ ؍؍	۳۴۲	راج محمد صاحب	؍؍	۳۸۰	ابراہیم صاحب	لاہور	۴۱۹	بیگم بی بی صاحبہ	ضلع ؍؍
۳۱۰	خورشید احمد صاحب	؍؍ امرتسر	۳۴۳	سردار احمد صاحب	؍؍	۳۸۱	عبد الرحمن صاحب	؍؍ سیالکوٹ	۴۲۰	غلام فاطمہ صاحبہ	؍؍ ملتان
۳۱۱	علین علی شاہ صاحب	؍؍ گجرات	۳۴۴	فضل الدین صاحب	؍؍	۳۸۲	غلام نبی صاحب	ضلع گجرات	۴۲۱	رحمت بی بی صاحبہ	؍؍ سرگودھا
۳۱۲	روشن دین صاحب	؍؍ شیخوپورہ	۳۴۵	لال خان صاحب	؍؍	۳۸۳	حیات محمد صاحب	؍؍	۴۲۲	بھاگن صاحبہ	؍؍ سیالکوٹ
۳۱۳	حسن شاہ صاحب	؍؍ سرگودھا	۳۴۶	فضل کریم صاحب	؍؍	۳۸۴	بابو صاحب	ضلع ہوشیارپور	۴۲۳	فاطمہ صاحبہ	؍؍
۳۱۴	غلام مصطفےٰ صاحب	؍؍ گجرات	۳۴۷	حیات صاحب	؍؍	۳۸۵	کرم الدین صاحب	؍؍ گورداسپور	۴۲۴	طالعہ صاحبہ	؍؍
۳۱۵	سیف علی صاحب	؍؍ ؍؍	۳۴۸	غلام علی صاحب	؍؍	۳۸۶	عبد الرحیم صاحب	امرتسر	۴۲۵	حسن بی بی صاحبہ	ضلع گجرات
۳۱۶	عبد اللہ ولد کرم الٰہی صاحب	؍؍ ؍؍	۳۴۹	فضل الٰہی صاحب	؍؍	۳۸۷	عزیز حسین صاحب	گجرات	۴۲۶	خورشید بیگم صاحبہ	؍؍ سیالکوٹ
۳۱۷	علم الدین صاحب	؍؍ لائلپور	۳۵۰	رشید احمد صاحب	؍؍	۳۸۸	محمد شفیع صاحب	ضلع سیالکوٹ	۴۲۷	سرداراں صاحبہ	؍؍ ؍؍
۳۱۸	غلام قادر صاحب	؍؍ ؍؍	۳۵۱	محمود حسن صاحب مکینکل انجینئر	امرتسر خاص	۳۸۹	خیر الدین صاحب	؍؍	۴۲۸	اللہ رکھی صاحبہ	؍؍ لائلپور
۳۱۹	محمد عبد اللہ صاحب	؍؍ ؍؍	۳۵۲	لال خان صاحب	؍؍ گجرات	۳۹۰	پیراں دتا صاحب	؍؍	۴۲۹	عائشہ بی بی صاحبہ	؍؍ سیالکوٹ
۳۲۰	ابراہیم صاحب	ضلع فیروزپور	۳۵۳	عبد اللہ صاحب	؍؍ ؍؍	۳۹۱	غلام محمد صاحب	؍؍	۴۳۰	طالعہ بی بی صاحبہ	؍؍ لائلپور
۳۲۱	فضل الدین صاحب	؍؍ ؍؍	۳۵۴	صدر الدین صاحب	؍؍ سیالکوٹ	۳۹۲	مہر الدین صاحب	؍؍	۴۳۱	غفوراں صاحبہ	ریاست پٹیالہ
۳۲۲	محمد الدین صاحب	؍؍ ؍؍	۳۵۵	محمد الدین صاحب	؍؍ ؍؍	۳۹۳	نذیر احمد صاحب	؍؍	۴۳۲	عائشہ صاحبہ	ضلع لاہور
۳۲۳	احمد خانصاحب ولد باز خان صاحب	؍؍ گجرات	۳۵۶	حاجی صاحب	؍؍ ملتان	۳۹۴	حافظ احمد الدین صاحب	؍؍	۴۳۳	جنت بی بی صاحبہ	؍؍ ؍؍
۳۲۴	نذر محمد صاحب	؍؍ ؍؍	۳۵۷	مہر الدین صاحب پسر دری معرفت محمد امین		۳۹۵	غلام رسول صاحب	ضلع گجرات	۴۳۴	زبیدہ خاتون صاحبہ	؍؍ گوجرانوالہ
۳۲۵	الٰہ بخش صاحب	؍؍ جھنگ		صاحب سکرٹری دیوا سنگھ۔	ملتان	۳۹۶	محمد روشن صاحب	؍؍ سیالکوٹ	۴۳۵	کریم بی بی صاحبہ	؍؍ گورداسپور
۳۲۶	عبد اللہ شاہ صاحب	؍؍ لائلپور	۳۵۸	محمد الدین صاحب	؍؍ سیالکوٹ	۳۹۷	چراغ شاہ صاحب	؍؍ لائلپور	۴۳۶	عائشہ صاحبہ	؍؍ امرتسر
۳۲۷	غلام مرتضیٰ خانصاحب	؍؍ ہوشیارپور	۳۵۹	اللہ داد صاحب	؍؍ لاہور	۳۹۸	محمد الدین صاحب	؍؍ گورداسپور	۴۳۷	حوا بی بی صاحبہ	کراچی

(باقی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معرکۃ الآرا تصنیف

ازالہ اوہام ہر دو حصّہ چھپ گئی

احباب جلد خرید لیں

ورنہ پھر پہلے کی طرح سالہاسال تک انتظار کرنا پڑیگا۔ یہ کئی سال کے بعد چھپی ہے۔ اس لئے جو دوست اس کے عرصہ سے متمنّائی تھے۔ وہ چھپنے سے پہلے ہی آرڈر دے چکے تھے۔ اور ابھی ہم نے اعلان بھی نہ کیا تھا کہ اڑھائی سو جلدیں فروخت ہوگئیں۔ اور اس کی قیمت بھی اتنی قلیل رکھی گئی ہے۔ کہ اس سے کم ممکن ہی نہیں یعنی کتنی بڑی حجم چار سو صفحہ ہونے پر بھی دونوں حصوں کی قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

امید ہے۔ کہ احباب اس نادر حقائق سے لبریز اور ارزاں ترین کتاب کی کئی کئی جلدیں خریدینگے۔ خود بھی پڑھیں گے۔ اور دوسروں کو بھی حضرت سلطان القلم کے جدید علم کلام سے واقف و آگاہ کرکے ثواب کے مستحق بنینگے۔

نوٹ:۔ کچھ جلدیں اعلےٰ قسم کے کاغذ پر چھپوائی گئی ہیں۔ جن کی قیمت فی نسخہ عمر ہے۔ اور مجلد کی عگر

ملنے کا پتہ:۔ بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان

حبّ اٹھرا

اگر آپ کو اولاد حاصل کرنے کی حقیقی تڑپ ہے۔ تو آپ اپنے گھر میں حبّ اٹھرا استعمال کرائیں۔ اسکے کھانے سے بفضل خدا ہزاروں گھر صاحب اولاد ہو چکے ہیں۔ جو اٹھرا کی بیماری کا نشانہ بن چکے تھے۔ مرض اٹھرا کی شناخت یہ ہے۔ کہ اس سے بچے چھوٹے ہی فوت ہو جاتے ہیں یا حمل گر جاتے ہیں۔ یا مردہ پیدا ہوتے ہیں اس کو عوام اٹھرا کہتے ہیں۔ اس بیماری کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح اول مولانا مولوی نورالدین صاحب طبیب کی مجرب اٹھرا اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ یہ گو دبھری ایسے مثل گولیاں حضور کی مجربہ ہیں۔ اور ان اندھیرے گھروں کا چراغ ہیں۔ جن کو اٹھرا نے گل کر رکھا تھا۔ آج وہ خالی گھر خدا کے فضل سے پیارے بچوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان گود بھری گولیوں کے استعمال سے بچہ فہیم، خوبصورت اور اٹھرا کے اثرات سے محفوظ پیدا ہوتا ہے۔ آزما کر فائدہ اٹھائیں۔

قیمت فی تولہ عہ۔ شروع حمل سے آخر رضاعت تک ۹ تولہ گولیاں خرچ ہوتی ہیں۔ یکدم ۹ تولہ منگوانے پر عمر اور نصف منگوانے پر صرف محصول معاف۔

مقوی دانت منجن

منہ کی بدبو کو دور کرتا ہے۔ دانتوں کی جڑیں کیسی ہی کمزور ہو گئی ہوں۔ دانت ہلتے ہوں۔ گوشت خورہ سے تنگ آ گئے ہوں۔ دانتوں سے خون آتا ہو۔ پیپ آتی ہو۔ دانتوں میں میل جمتی ہو۔ زرد رنگ رہتے ہوں۔ اور منہ سے پانی آتا ہو۔ اس منجن کے استعمال سے سب نقص دور ہو جاتے ہیں۔ اور دانت موتی کی طرح چمکتے ہیں اور منہ خوشبودار رہتا ہے۔ قیمت فی شیشی بارہ آنے (۱۲/)

سُرمہ نورالعین

اس کے اجزا موتی و ممیرا ہیں۔ یہ آنکھوں کی امراض کا مجرب علاج ہے آنکھوں کی روشنی بڑھانیوالا، دھند، غبار، ککرے، سرخی، خارش، جالا، ناخونہ، ضعف چشم، پڑوال کا دشمن ہے۔ موتیا بند دور کرتا ہے۔ آنکھوں کے لیس دار پانی کو دور کرنے میں بے مثل ہے۔ پلکوں کی سرخی اور موٹائی دور کرنے میں بے نظیر ہے۔ گلی سڑی پلکوں کو تندرست کرنا اور پلکوں کے گرے ہوئے بال از سر نو پیدا کرنا اور زیبائش دینا خدا کے فضل سے اس پر ختم ہے۔ قیمت فی شیشی دو روپے (عگر)

المشتہر:۔ نظام جان عبداللہ جان معین الصحت قادیان

رشتوں کی ضرورت

(۱) کنوارا راجپوت ۴۲ روپیہ ماہوار کا عربی مدرس۔ قادیان کا مولوی عالم۔ عمر ۲۵ سال نیک ہے۔ کنواری پڑھی لکھی لڑکی کا خواہشمند ہے۔ تین چار سو تک کا زیور کپڑا چڑھائیگا۔

(۲) رنڈوا پٹھان۔ تنخواہ ۵۴ روپیہ ماہوار۔ تین بچے چھوٹے کی عمر ۵ سال مخلص احمدی عمر ۳۶ سال ہے۔ نوجوان بیوہ کی ضرورت ہے۔ مگر صالحہ ہو۔ دو سو تک کا زیور کپڑا چڑھائیگا۔

(۳) صوفی کنوارا عمر ۳۵ سال گاؤں میں پرچون کا دوکاندار مخلص احمدی۔ گذارہ اچھا ہے۔ بڑی عمر کی کنواری یا نوجوان بیوہ کی ضرورت ہے۔ دو سو تک زیور کپڑا چڑھائیگا۔

سید غلام حسین ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ قادر منزل منٹگمری

ضرورت نکاح

ضلع گجرات کے ایک مخلص احمدی جو اپنے گاؤں میں امامت کراتے ہیں نکاح کے خواہشمند ہیں۔ ۱۲ بیگھے اراضی کے مالک ہیں عمر ۳۶ سال ہے رشتہ خواہ کنوارا ہو یا بیوہ۔ قومیت کی بھی کوئی شرط نہیں۔ یہی صاحب اپنے خاندان کی ایک بیوہ عمر ۲۸ سال کا رشتہ کرنا چاہتے ہیں۔ خط و کتابت اس پتہ پر ہو

ف۔ معرفت ایڈیٹر الفضل

بعض پرائیویٹ قطعاتِ اراضی قابلِ فروخت

بعض احباب قادیان میں اپنی خریدکردہ اراضی فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کی طرف سے ذیل میں اُن کے قطعات کی ایک فہرست شائع کی جاتی ہے۔ جو دوست ان میں سے کوئی قطعہ خریدنا چاہیں۔ وہ خود آکر یا اپنے کسی معتبر کو بھیجکر ہر طرح سے اطمینان کر کے مالکانِ قطعات سے براہ راست یا میری معرفت سودا کر سکتے ہیں۔ محل وقوع وغیرہ امور نقشہ آبادی قادیان سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ جو کتاب گھر قادیان سے اور بک ڈپو قادیان سے ۸ؔ کو مل سکتا ہے۔

محلہ دار الفضل شرقی

(۱) قطعات نمبر ۴، ۶ و نمبر ۷۔ رقبہ ایک ایک کنال یہ ہر دو قطعات بر لب ریلوے روڈ سٹیشن سے قریباً چار سو گز اور منڈی سے قریباً دو سو گز اور مسجد محلہ سے قریباً ایک سو گز کے فاصلہ پر واقع ہیں۔ نمبر ۴ کے ایک طرف بیس فٹ کا بازار بھی ہے اور قیمت ساڑھے سات سو روپیہ مقرر ہے۔ اور نمبر ۷ کے ایک طرف دس فٹ کی گلی ہے۔ قیمت سات سو روپیہ ہے۔

(۲) قطعہ نمبر ۸، نصف من شمال۔ رقبہ دس مرلہ۔ ایک طرف بیس فٹ کا بازار ہے۔ اور ایک طرف دس فٹ کی گلی۔ قیمت اڑھائی سو روپیہ

(۳) قطعات نمبر ۱۲۶ و ۱۲۸ کل رقبہ دو کنال۔ یہ قطعات بھی بہت اچھے موقع کے ہیں۔ فارم سے قریباً تیس چالیس گز سٹیشن سے قریباً چار سو گز اور منڈی سے قریباً ساٹھ ستر گز کے فاصلہ پر ہیں۔ قیمت فی قطعہ پانچسو روپیہ یعنی کل ایک ہزار روپیہ۔

محلہ دار العلوم

(۴) ایک صاحب کے چند اکٹھے قطعات برلب سڑک کلاں مابین محلہ دار الرحمت و دار العلوم قابل فروخت ہیں۔ جو جامعہ احمدیہ کی عمارت سے بہت قریب ہیں۔ اور ایک موزون مستطیل کی شکل پر ہیں۔ جس کا طولانی حصہ سڑک پر ہے۔ اور عرضی حصہ جامعہ احمدیہ کی طرف کا ہے۔ کل رقبہ قریباً ساڑھے پانچ گھماؤں ہے۔ کوٹھیوں کے لئے بہت عمدہ موقع ہے۔ قیمت کا تصفیہ بالمشافہ یا بذریعہ خط و کتابت ہو سکتا ہے۔

(۵) ایک قطعہ چار کنال کا برلب سڑک کلاں مابین محلہ دار الرحمت و دار العلوم جو محلہ دار الرحمت کے بلاک ۱۰ کے سامنے واقع ہے۔ اور جامعہ احمدیہ اور بورڈنگ تعلیم الاسلام ہائی سکول کی عمارتوں سے بہت قریب ہے۔ قیمت سالم قطعہ کی صورت میں دو ہزار روپیہ۔ اور اس سے کم کی صورت میں حصہ مطلوبہ کی حیثیت کے مطابق ۲۵ فی مرلہ سے لیکر ۳۵ فی مرلہ تک۔

(۶) ایک قطعہ رقبہ چھ کنال متصل عمارت جامعہ احمدیہ بجانب غرب بہت اچھے موقع کا ٹکڑا ہے۔ قیمت بشرح ۲۵ فی مرلہ۔

(۷) ایک قطعہ رقبہ اڑھائی کنال متصل قطعہ مذکورہ صدر نمبر ۶۔ قیمت بشرح ۲۵ فی مرلہ۔ سالم قطعہ کی صورت میں مزید رعایت کی بھی گنجائش ہے۔

محلہ دار الرحمت

(۸) بلاک نمبر ۳ قطعہ نمبر ۱۲ رقبہ ایک کنال جس کے ایک طرف تیس فٹ کا بازار ہے۔ اور دوسری طرف بھی نقشہ کی ترتیب کی رو سے بیس فٹ کا بازار ہی ہوگا۔ پرانی آبادی سے بہت قریب ہے۔ اور مسجد محلہ سے قریباً دو سو گز کے فاصلہ پر ہے۔ اور احمدیہ سٹور کی عمارت سے قریباً ایک سو بیس گز کے فاصلہ پر ہے۔ قیمت پانچ سو روپیہ۔

(۹) بلاک نمبر ۸ قطعہ نمبر ۱ و نمبر ۱۱ رقبہ علی الترتیب اٹھارہ مرلہ ایک سرساہی اور ایک کنال برلب سڑک کلاں مابین محلہ دار الرحمت و دار العلوم قیمت علی الترتیب ساڑھے تین سو روپیہ اور چھ سو روپیہ۔

اندرون قصبہ

(۱۰) اراضی سفیدہ رقبہ دس مرلہ جو قصبہ کے شرقی حصہ میں واقع ہے جہاں خالص احمدی آبادی ہے۔ اور مستورات کی جلسہ گاہ بالکل قریب ہے۔ قیمت پانچ سو روپیہ

محمد اسمٰعیل (مولوی فاضل) قادیان

طاقت کے انمول موتی

اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ ارمان پورے ہوں۔ دل میں اُمنگ ہو۔ طبیعت میں جوش ہو۔ دماغ میں مسرت ہو۔ چہرہ خوش رنگ ہو۔ معدہ مقوی ہو۔ جسم میں ولولے پیدا ہوں۔ گھر کا چراغ روشن ہو تو آج ہی کنگ آف ٹانکس جو کہ سونا۔ کستوری اور لیستھین جیسی کئی ایک ادویہ کا مرکب ہے۔ استعمال کریں۔

قیمت ساٹھ گولی سات روپے تیس گولی چار روپیہ معہ محصول۔

تیار کردہ: فیض عام میڈیکل ہال قادیان

مکرمی السلام علیکم

تقاضائے وقت اور حالات حاضرہ نے آپ پر بخوبی روشن کر دیا ہوگا کہ معاونت اور رواداری قومی باہمی کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ اس لئے جبتک ان امور کو رواج دیکر عام نہ کیا جائے تب تک ترقی ملتوی رہے گی۔ اس لئے آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرانی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ رشتہ اتحاد کی خاطر اس میں کواپریشن کر کے قومی بنیاد کو مستحکم کرنے کیلئے قدم اٹھائیے۔ اگر آپ کی طاقت اور بس کی بات ہو۔ تو مندرجہ ذیل اشیاء کی پرائس لسٹ میں سے کسی چیز کی فرمائش بھیجیں۔ اگر ان اشیاء سے تعلق نہ رکھتے ہوں۔ تو آپ اپنے حلقہ میں تحریک کریں۔ اور ان دوستوں کے نام ارسال فرمائیں جو آپ کے گرد و نواح میں ان چیزوں کی تجارت کرتے ہوں۔ اور آرڈر دینے کے مجاز ہوں۔ مثلاً ہیڈ ماسٹر سکول ہیڈ کلرک اور فوجی افسر وغیرہ مال از قسم سپورٹس جو سکولوں اور پلٹنوں میں خرچ ہوتا ہے۔ اور سامان بینڈ وغیرہ بکفایت عمدہ تسلی بخش اور نہایت اعلیٰ ارسال ہوگا۔ پرائس لسٹ منگائیے: نظام دین اینڈ سنز شہر سیالکوٹ

ضرورت

(۱) ایک لائق تجربہ کار ٹیوٹر کی فیروز پور شہر میں ایک احمدی کو بہت جلد ضرورت ہے۔ جو کہ انٹرنس تک کی تعلیم بخوبی دلا سکے۔ تنخواہ چالیس روپے ماہوار ہوگی۔ فارغ وقت میں اپنا پرائیویٹ کام کرنے کی بھی اجازت ہوگی۔ جگہ مستقل ہے۔ (ناظر امور عامہ قادیان)

(۲) مدرسہ موضع اٹھوال کے لئے ایک استاد کی ضرورت ہے۔ جو طلباء کو پرائمری تک تعلیم دے سکے۔ مخیر لیقہ اور محنتی ہو۔ تنخواہ بارہ سے چودہ روپیہ ماہوار تک مع کھانا دی جائے گی۔ خواہشمند احباب اپنی درخواستیں معہ نقول اسناد بہت جلد دفتر نظارت تعلیم و تربیت میں ارسال فرمائیں:

ہندوستان کی خبریں!

—— حضور نظام نے جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کو پچاس ہزار کلدار یکمشت دینے اور ایک ہزار کلدار ماہانہ جاری کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔

—— کلکتہ ۱۳ مارچ۔ ٹیٹا گڈھ کے سن کے کارخانوں میں ابھی تک ہڑتال جاری ہے۔ شام کو یہ افواہ پھیل گئی۔ کہ متعدد ہڑتالی گرفتار کیے گئے ہیں۔ یہ افواہ سنتے ہی ۵ ہزار آدمی تھانہ کے سامنے جمع ہوگئے۔ اور تھانہ پر اندھادھند پتھراؤ شروع کر دیا۔ کثیر التعداد سپاہی مجروح ہوئے۔ پولیس نے ہجوم کو آسانی کے ساتھ منتشر کر دیا۔

—— پشاور ۱۳ مارچ۔ شنواریوں نے حکومت کابل کے تمام مطالبات کو تسلیم کر لیا ہے۔ جن میں اسلحہ کی واپسی اور مالیہ کی ادائگی اور ۱۲ لاکھ روپیہ جرمانہ دینے کی شرائط بھی شامل ہیں۔ نیز ان آدمیوں کو بھی حوالہ کر دیا ہے۔ جنہوں نے بغاوت میں حصہ لیا تھا۔ بغاوت کے پانچ سرغنوں کو جلال آباد میں توپ سے اُڑوایا گیا۔

—— جلگاؤں، ۱۴ مارچ۔ کل جی۔ آئی۔ پی ریلوے یونین کے تمام مراکز کے نمائندوں کا ایک جلسہ ہوا۔ جس میں کثرت رائے سے قرار پایا۔ کہ ہڑتال ملتوی کر دی جائے

—— جالندھر کی خفیہ پولیس نے ایک بھاری سازش کا سراغ لگایا ہے۔ اور ۱۱ آدمیوں کو آتشگیر مادہ کے ذریعہ سے قتل و غارت کرنے کی سازش کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اثنائے تحقیقات میں ایک ملزم کے گھر سے دو بم برآمد ہوئے۔

—— جھنگ، ۱۳ مارچ۔ ہندو سبھا نے افسران کی اجازت کے بغیر ایک جلوس مرتب کیا۔ جس کو منتشر ہو جانے کا حکم دیا گیا۔ لیکن ہندوؤں نے۔ حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ اور مکانوں کی چھتوں پر سے پولیس پر اینٹوں کی بارش شروع ہو گئی۔ چھ گرفتاریاں عمل میں آچکی ہیں۔

—— نئی دہلی۔ ۱۲ مارچ۔ آج اجلاس اسمبلی میں ایک سوال کے جواب میں بیان کیا گیا۔ کہ ہندوستانیوں کو ملک معظم کی حکومت کے سفارتی محکمہ میں نہیں لیا جاتا ہے افغانستان میں سفارت کا تمام خرچ اور ایران میں سفارت کا نصف خرچ ہندوستان کے خزانہ سے دیا جاتا ہے۔ چین میں برٹش سفارت گاہوں اور قونصل خانوں اور روم کے بعض قونصل خانوں کے اخراجات کے لئے ایک بڑی رقم خزانہ ہندوستان سے دیجاتی ہے

—— سورت۔ ۱۵ مارچ۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ مسٹر گاندھی نے ستیاگرہ کے لئے تعلقہ جلال پور کا موضع ڈنڈی منتخب کیا ہے۔ متعدد مزدور روانہ ہوگئے۔ تاکہ وہاں ابتدائی انتظامات کریں ؎

—— لاہور۔ ۱۵ مارچ۔ احمد گڈھ ڈکیتی کے مشہور مفرور سرغنہ شیر جنگ نے پولیس کے سامنے جو بیانات دیئے ہیں۔ ان میں سنسنی خیز رازوں کا انکشاف کیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ دہلی کے قریب وائسرائے کی سپیشل ٹرین کو بم سے اڑانے کی جو کوشش کی گئی تھی۔ اس کا بھی اس نے سراغ بتلایا ہے۔

—— نئی دہلی۔ ۱۳ مارچ۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ گورنمنٹ سخت تدابیر اختیار کرنیکے درپے نہیں ہے۔ بلکہ وہ سب سے پہلے اس سارے نمک کو ضبط کرنے گی جو کہ گاندھی جی کے پیرو تیار کرینگے۔

—— کلکتہ۔ ۱۵ مارچ۔ ولبھ بھائی پٹیل کی سزایابی اور مسٹر جے۔ ایم سین گپتا کی گرفتاری کے خلاف سخت غم و غصہ کا اظہار کرنے کے لئے کلکتہ میں عام ہڑتال ہوئی۔ مسلمانوں کی دکانوں کے سوائے تمام ہندوستانی کاروباری حصوں میں ہُو کا عالم تھا۔

—— دہلی۔ ۱۶ مارچ۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ مسٹر سروپ سنگھ کونسل آف سٹیٹ میں شاردا ایکٹ میں ترمیم پیش کرینگے۔

—— گوروکل کانگڑی۔ ۱۵ مارچ۔ مہاشہ راجپال مقتول کے بھائی لالہ بسنت رام کو جو جیسے یہاں آئے ہوئے تھے "پھانسی کے پجاری" نامی کتاب کو شایع کرنے کے الزام میں زیر دفعہ ۱۲۴ الف گرفتار کر لیا گیا۔ حکومت پنجاب نے حال ہی میں اس کتاب کو مغویانہ قرار دیتے ہوئے ضبط کیا تھا۔

—— لاہور۔ ۱۶ مارچ۔ پولیس نے ویر بھارت کے دفتر پر چھاپہ مارا۔ اور اخبار مذکور کے تملک ایڈیشن کے ۱۲ پرچے ضبط کر کے لے گئی۔ یہ ضبطی "فرنگی" کے عنوان سے ایک نظم کی اشاعت کے سلسلے میں ہوئی ہے۔ لالہ منشی رام ایڈیٹر ویر بھارت کی گرفتاری کے وارنٹ بھی جاری ہو چکے ہیں۔ مگر ابھی تک ان کا کوئی پتہ نہیں ملا۔

—— حصار۔ ۱۳ مارچ۔ بمقام گاؤں گنگا ضلع حصار میں ایک شخص نے بندوق سے ۸ نوجوانوں کو جان سے مار دیا۔ ملزم لاپتہ ہے۔ پولیس تفتیش کر رہی ہے۔

—— سرگودھا۔ ۱۵ مارچ۔ گورنمنٹ نے کھیوڑہ کی کانوں پر پولیس اور فوج کے پہرے مقرر کر دیئے ہیں۔ جس طرح وزیٹر کو کھیوڑے کی کانیں دیکھنے کی پہلے اجازت تھی۔ اب نہیں رہی۔

—— مولوی محمد علی۔ مولوی شوکت علی۔ نواب محمد اسمٰعیل خاں سید مرتضیٰ۔ مولوی محمد شفیع داؤدی۔ مولوی عبد الماجد بدایونی۔ مولوی قطب الدین عبد الوالی۔ اور مفتی کفایت اللہ نے اعلان کیا ہے

ممالک غیر کی خبریں!

—— حکومت ایران نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ ایران کے ہر قریہ میں مدارس اولیہ ہر قصبہ میں مدارس ابتدائیہ اور ہر شہر میں مدارس متوسطہ قائم کئے جائیں۔ اور جبری تعلیم کا نفاذ کیا ہے۔

—— طہران۔ ۱۳ مارچ۔ ایران اور ہالینڈ کے درمیان ایک دوستانہ عہدنامہ پر دستخط ہو گئے ہیں۔

—— لندن۔ ۱۵ مارچ۔ لندن کے اخبارات کا بیان ہے کہ لیبر گورنمنٹ کو کول بل پر جو شکست ہوئی ہے۔ اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔ امید کی جاتی ہے۔ کہ جب پارلیمنٹ میں بجٹ پر بحث ختم ہو جائیگی۔ تو لیبر گورنمنٹ مستعفی ہو جائیگی ؎

—— لندن۔ ۱۴ مارچ۔ برٹش میڈیکل جرنل اعلان کرتا ہے۔ کہ مجلس عمومی طب نے ہندوستانی یونیورسٹیوں کی طبی ڈگریاں تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

—— بیونوس ایرس۔ ۱۴ مارچ۔ ویسٹرن ریلوے کی ایک ٹرین کے مسافر ایک گاڑی کے آنے میں تاخیر واقع ہونے سے اس قدر برافروختہ ہو گئے۔ کہ انہوں نے ایک سٹیشن اور چند گاڑیاں جلا دیں ؎

—— مساچیسٹس۔ ۱۴ مارچ۔ فلیگ سٹاف واقع اری زونا میں ایک نیا ستارہ دریافت ہوا ہے۔ جو زمین سے بھی بڑا ہے

—— لندن۔ ۱۵ مارچ۔ مسٹر بالڈون نے قدامت پسندوں کی طرف سے دار العوام میں مزدور حکومت کے خلاف جو قرارداد عدم اعتماد پیش کی تھی۔ وہ ۲۳۵ موافق آرا کے مقابلہ میں ۲۸۰ مخالف آرا سے نامنظور کر دی گئی ؎

—— پیرس ۱۶ مارچ۔ پرائمو ڈی رویرا ہسپانیہ کے سابق ڈکٹیٹر (مختار مطلق) آج یہاں انتقال کر گئے۔

---

۲۴ کہ وہ شاردا ایکٹ کی عملی خلاف ورزی کرینگے۔

—— لاہور۔ ۱۶ مارچ۔ سنا گیا ہے۔ یکم اپریل سے کانسٹبل کی تنخواہ ۱۷ کی بجائے ۲۰ روپے کر دی گئی ہے۔

—— پنجاب کونسل کے ۱۷ مارچ کے اجلاس میں سرکاری مطالبات پر بحث ہوئی چودھری افضل حق نے تمام پنجاب میں تلوار کی آزادی۔ اور رشوت ستانی کے انسداد کیلئے تخفیف کی تحریک کی۔ مگر کثرت آرا سے رد ہوگئی۔ چودھری چھوٹو رام نے وزارت تعلیم کے متعلق مذمت کی تحریک کی جسے قواعد کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے پیش کرنے کی صدر نے اجازت نہ دی ؎

—— حکومت ہند نے ریاست پٹیالہ کے متعلق تازہ ترین فیصلہ کیا ہے۔ کہ آئندہ مہاراجہ صاحب کو ذاتی مصارف کے لئے صرف ۵ لاکھ روپیہ سالانہ دیا [illegible]

(عبد الرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپکر مالکان کیلئے قادیان سے شایع کیا)